قد افلح من تزکّٰی ۝ وذکر اسم ربه فصلّٰی ۝ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

فروری، مارچ ۱۹۹۳ء

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النّیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصُولِ رضائے اِلٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبیِٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُسوۂ حَسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت مِلتا ہے۔

(دلائل السّلوک)

شعبان المعظم
رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ فروری، مارچ ۱۹۹۳ء

جلد: ۱۴ شمارہ: ۷

رجسٹرڈ ایل نمبر: ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

فہرست مضامین

خوشبو خوشبو نمبر

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کے

ارشادات و فرمودات

صرف اس شمارے کی خصوصی قیمت

۲۰/-
بیس روپے

بدل اشتراک

فی پرچہ: بارہ روپے ششماہی: ۶۵ روپے
چندہ سالانہ: ۱۲۰ روپے تاحیات ۱۲۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ - تاحیات
سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے
مشرق وسطی کے ممالک ۵۵ سعودی ریال - ۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ - ۶۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر - ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ: ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر: - پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹرز: - طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

خوشبو خوشبو نمبر

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کے

ارشادات و فرمودات

صرف اس شمارے کی خصوصی قیمت بیس ۲۰/ روپے

ماهنامه **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کو آٹھ سال ہو چکے۔ آپ نے جس تحریک کی ابتداء خاموشی کے ساتھ فرمائی تھی۔ آج وہ تحریک آپ کے شاگردوں اور جاں نثاروں نے دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دی ہے۔ لاکھوں انسانوں کے قلوب و اعمال میں انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں جو سنگریزے جمع کئے تھے آج وہ لعل و جواہر اور یاقوت بن چکے ہیں۔ عظمت دین کی جو پنیری آپ نے لگائی تھی وہ ایک مضبوط تناور درخت بن گیا ہے اور اب ارد گرد کے ماحول کو متاثر کر رہا ہے۔ اس کی چھاؤں میں بیٹھنے کے لیے جوق در جوق لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ آنے والے وقت کا مشاہدہ کچھ یوں نظر آتا ہے کہ دنیائے اسلام کو موجودہ زبوں حالی سے نجات دلانے کی سعادت، اللہ کریم نے اسی گروہ کے حصے میں کر دی ہے۔ کفر و ظلم کے قلعوں کو مسمار کرنے اور امت مسلمہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی ذمہ داری بھی اللہ کریم نے اسی گروہ کے کندھوں پر ڈال دی ہے۔ اللہ قادر ہے قوت بخشنا بھی اسی کا کام ہے۔

حضرت جیؒ نے فیض کے جو خزانے لٹائے، قوت تحریر کے لیے اس کا احاطہ ممکن نہیں البتہ علم و حکمت کے جو موتی آپ نے بکھیرے ان میں سے جو کچھ، جہاں سے ہاتھ آسکا اس شمارے میں ان کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ بہ ظاہر تو یہ شمارہ ضخیم نظر نہیں آتا۔ لیکن جس وقت نور سے بھرے ہوئے ان فقروں کے لیے آپ اپنے دل کے دروازے کھول دیں گے اور برکات و انوارات کی یہ لڑیاں آپ کے دل میں اترنا شروع ہوں گی تب آپ کو محسوس ہو گا کہ اس کی ضخامت جو نظر آتی ہے اس سے کئی گنا بڑی ہے۔ یہ موتی چننے، اکٹھا کرنے اور پرونے میں وقت کی ٹرین نے میرے لئے ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ اگر میں خود کو زبردستی کسی اسٹیشن پر نہ اتارتا تو حضرت جیؒ کی ارشادات کی تمام لذت میں ہی اپنی روح میں سموتا ہوا کہاں اور کب تک چلا جاتا۔ لیکن حضرت جیؒ نے یہ انمول موتی ہم سب کے لیے اور آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے ولیے تقسیم فرمائے ہیں۔

تاج رحیم

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

فرائض کی پابندی کریں۔ جب بھی جہاں بھی اور جتنا بھی وقت ملے۔ ہمہ تن اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ اٹھتے بیٹھتے لاالہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔ سنت کی پابندی کرو۔ ذکر شام و سحر (بعد نماز مغرب اور بوقت تہجد) پابندی سے کرو۔

میرے پاس جو بھی آئے خالصتاً" بوجہ اللہ آئے' خلوص لے کر آئے۔ اگر دل میں خلوص نہ ہو' چالیس سال' سو سال بلکہ ہزار سال بھی (اگر اتنی عمر عطا ہو جائے) رہے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ جب تک میرے ساتھ عقیدت نہ ہو گی' فائدہ نہ ہو گا۔ کیونکہ اس چیز کا تعلق دل کے ساتھ ہے' یہ قلبی چیز ہے۔ کوئی خلوص لے کر میرے پاس آئے تو پھر اللہ تعالیٰ خالی نہ جانے گا۔ میں تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں انا من الرجال لا یشقیٰ جلیسھم

میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں' صوفیہ کرام کے نزدیک ایک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیر یا مرشد کے پاس یا کسی ولی اللہ کی قبر پر فیض کے حصول کے لئے جاتا ہے اور اس کی صحبت میں دس پندرہ سال رہتا ہے' فائدہ نہیں ہوتا اور پھر بھی اسی طرح اس کی عقیدت میں جما رہے اسے وہ شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ شخصیت پرستی اور بت پرستی ہے۔

اول تو جاہل پیر سے بیعت ہی حرام ہے۔ اور پھر ایسی بیعت کرنے والا اور لینے والا دونوں بدکار ہیں۔ ایک اندھا کسی اندھے کو کسی کھڈ میں ہی گرائے گا۔ جاہل جاہل کی کیا رہنمائی کرے گا: خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

یہ کوئی محض رسمی یا روایتی پیری مریدی یا پیروں کی طرح کی "گدی نشینی" والا معاملہ نہیں۔ جس نے اللہ کی رضا کے لئے میرے پیچھے چل کر یہ چیز حاصل کی' جس میں اس کی زیادہ اہلیت ہوئی ہو اس کو سنبھالنے کا مستحق ہو گا وہ میرے بعد یہ کام کر سکے گا۔

میں نے اس کام میں بڑی مدت صرف کی ہے۔ یہ جماعت میں نے بڑی محنت' مجاہدہ اور جانفشانی سے تیار کی ہے۔ یہ اور میرا یہ سارا کام اللہ کی رضا کے لئے ہے' اس کے دین کے خاطر ہے' میں نے یہ دنیا داری کے لئے نہیں کیا۔

☆ اگر میرے پاس دس کروڑ یا دس ارب روپے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے دل پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ مجھے اس دولت کی جانب رغبت نہیں۔ مجھے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے دین کا بول بالا ہو۔ میری ساری زندگی اسی مجاہدہ میں گزری ہے۔ میں نے تعلیم' تدریس' تبلیغ' مناظرہ تصنیف و تحریر اور تربیت سلوک و تصوف سارے امور میں ہمیشہ رضائے باری تعالیٰ ہی کو پیش نظر رکھا ہے:

نہ شیخی و مشیخت را طلب گار ○ نہ دنیا و وظائف را خریدار

☆ مجھے جتنا فائدہ (روحانی) ہوا' یہ سارے کا سارا مجھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ناموس کی حفاظت پر اور ان کی جوتیوں سے ملا ہے۔ میں ہمیشہ صحابہؓ کے ناموس کے لیے فرقہ باطلہ سے لڑتا رہا ہوں اور آئندہ بھی ان سے لڑتا رہوں گا۔ اس لئے آپ بھی اس کی کوشش کریں' ڈٹ کر رہیں' علم حاصل کریں اور مطالعہ کریں۔ اس کی عادت ڈالیں' بے علم آدمی کچھ نہیں کر سکتا:

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

☆ پاکستان بننے کے بعد مختلف جماعتوں نے مجھے اپنی جانب سے دعوت دی' بڑی بڑی تنخواہوں اور مراعات کا لالچ دلایا مگر میں ہمیشہ تن تنہا اکیلا ہی دین کا کام کرتا رہا۔ میں نے

اپنے شیخ رحمتہ اللہ علیہ سے اس کے متعلق پوچھا تو میرے محبوب شیخ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے اس سے منع فرما دیا تھا کہ کسی جماعت میں شامل نہ ہونا "یہ جماعتیں نہیں تجارت کی کمپنیاں ہیں" عالم ربانی کو کسی سے ڈرنا نہیں چاہئے' اللہ پر بھروسہ کر کے تن تنہا اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ جس وقت تک اس کی ڈیوٹی ہے۔ اللہ اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ڈیوٹی پوری ہو جائے گی تو وہ پنشن دے کر بلا لیا جائے گا۔ پھر فرمایا "آپ خود بھی تو ایک جماعت ہیں۔ یہ اہل اللہ جس قدر ہیں۔ دنیا میں اور یہ جو برزخ میں ہیں' یہ اہل اللہ سب آپ کی جماعت ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور بڑی جماعت کون اور کہاں ہو گی۔"

☆ اہل اللہ اور علمائے ربانی کی زندگی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق کو جو اس سے کٹ چکی ہے پھر اسی سے جوڑ دیا جائے۔ جس کا جی چاہے وہ قرآن کریم کو غور سے دیکھے' سینکڑوں آیات ایسی ملتی ہیں جن میں توجہ الی اللہ کی دعوت دی گئی ہے جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ دنیا و مافیہا سے کٹ کر یکسو ہو کر' متوجہ الی اللہ ہو کر' اسی کے ہو جاؤ۔

☆ شریعت مطہرہ کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے اور اس کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ

"غیر اللہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جاؤ' اس کے ہو جاؤ۔"

بکار نیک گردد یار درے تو
بکوئے نیک نامی یادور تو
چنیں یارے کہ یابی خاک اوشو
اسیر حلقہ فتراک او شو!

حضرت مولانا جامی قدس سرہ' السامی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔۔ کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ ایسے کامل کی تلاش کرے جو اسے نیک نامی کے کوچے میں لے جائے اور ہر نیکی میں اس کی امداد کرے۔ اگر ایسا رہبر کامل کسی کو مل جائے تو پھر اس کے قدموں کی خاک بن جانا چاہیے۔ اس کے دامن دولت کو ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے۔

ایسا شخص جو سلوک کے منازل طے کرا دے بڑی مشکل سے ملتا ہے اور پھر اس سے فائدہ اٹھانا بھی ہر شخص کا کام نہیں۔۔۔۔۔۔

مختلف ملکوں سے میرے پاس خطوط آتے رہتے ہیں جن میں تصوف و سلوک کے متعلق استفسارات ہوتے ہیں۔ جن کے جواب میں اکثر یہی لکھتا ہوں کہ "اگر کوئی شخص خلوص دل سے میرے پاس آئے اور آداب و شرائط کے ساتھ رہے اور پھر بھی اسے سلوک حاصل نہ ہو سکے تو سمجھ لے کہ اس میں اس کے حصول کی استعداد ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ تمام دنیا میں پھر پھرا کے دیکھ لے یہ چیز کہیں سے حاصل نہ ہو گی۔"

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

ایک مولوی صاحب اکثر اپنی تقاریر اور مواعظ میں ہمارے سلسلہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ ان کے ایک بھائی ہمارے ذکر و تربیت میں شامل ہو گئے۔ ان کے بدلے ہوئے حالات جب انہوں نے دیکھے تو سوچ میں پڑ گئے کہ یہ ہوا کیا ہے؟۔۔۔۔۔ ہماری کتاب "اسرارالحرمین" ایک عمر رسیدہ عالم دین کے پاس لے گئے۔ بزرگ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور مجاز ہیں۔ ضلع سرگودھا کے کسی دیہات میں آبادیوں سے دور اپنی زرعی اراضی پر رہتے ہیں' عابد' زاہد' ذاکر' شاکر آدمی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولوی صاحب نے کتاب کے وہ حصے جن میں مشاہدات حرمین شریفین کا بیان ہے۔ ان کے سامنے رکھے اور پوچھا کہ حضرت! کیا یہ باتیں درست ہیں اور ایسا ممکن ہے؟

آپ کتاب کے ان حصوں کا مطالعہ فرماتے رہے اور پھر فرمایا کہ ہاں! بھائی یہ درست اور صحیح ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اب ایسے لوگ کہاں! اس دور میں تو اس قسم کے لوگ نہیں پائے جاتے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت اس کتاب کے مصنف جن کے احوال کا کچھ ذکر اس کتاب میں ہے۔ اس وقت موجود ہیں۔ تو فرمایا: کہ بھائی ایسے شخص کے تو

پاؤں دھو کر پینا چاہیے۔ وہ صاحب کہاں تشریف فرما ہیں، مولوی صاحب نے کہا، آج کل آپ منارہ (ضلع جہلم) میں اپنے شاگردوں کے تربیتی اجتماع کی نگرانی فرما رہے ہیں------

فرمایا: ------------- میں اپنے کسی شاگرد (ساتھی) کو دنیا کے کام کاج سے نہیں روکتا۔ خواہ وہ سلوک کے کیسے ہی منازل سے گزر رہا ہو۔ مختلف پیشوں کے لوگ اپنے اپنے پیشہ کے مطابق کام کریں۔ مزدور مزدوری، صنعت کار صنعت و حرفت، زمیندار زمینداری و کاشت کاری اور ملازمت پیشہ افراد اپنی ملازمت کے فرائض انجام دیں---- کام کریں اور سارا سارا دن کام کریں۔ لیکن خرافات سے بچیں۔ بے ہودہ گوئی اور لایعنی سے اجتناب کریں---- صبح و شام گھنٹہ نصف گھنٹہ پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں ذکر الٰہی میں مصروف ہوں، نماز پنجگانہ کی پابندی کریں، اگر اللہ کا بندہ بننا چاہتے ہیں "حزب اللہ" (اللہ کی جماعت) میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو احکام شریعت مطہرہ کی پابندی کریں۔ ورنہ اس سے کٹ گئے تو "حزب الشیطان" میں داخل ہو جائیں گے (العیاذ باللہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو کام کاج سے منع نہیں فرمایا۔ ہاں صرف ان پیشوں سے روکا جو شرعاً ناجائز ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے کوئی عطر فروشی کا کام کرتا تھا تو کوئی کھجوروں کی تجارت، کچھ تجارت پیشہ تھے تو کچھ کاشت کاری کرتے تھے۔

فرمایا: لسانی اذکار اور عبادات نافلہ کی بجا آوری کے لیے صرف جاننا کافی ہے کسی شیخ مقتداء کی تربیت و صحبت کی ضرورت نہیں۔ لیکن راہ سلوک میں بغیر توجہ شیخ کے چلنا محال ہے۔ مقام احدیت تک پچاس ہزار سال کی مسافت ہے، دنیا کی تو اتنی عمر بھی نہیں۔ جب سالک پر احدیت کا دروازہ کھل جاتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب راہ سلوک پر چل سکتا ہے۔ اس راہ میں قدم قدم پر شیخ کامل کی ضرورت ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید تسبیحات و اذکار کی خاص تعداد پڑھ لینے یا خاص خاص اوراد وظائف پورا کر لینے سے ہی سلوک کے مقامات حاصل ہو جائیں گے---- مخلوق خدا کو دھوکے میں رکھیں، صاف کہہ دیں کہ بھائی ہم سلوک سے واقف نہیں کسی کامل کی تلاش کریں------ یہ درست ہے کہ تسبیحات اوراد وظائف کا پڑھنا نیکی ہے اور کار ثواب ہے۔ لیکن اس کا تعلق ولایت خاصہ سے نہیں، ولایت عامہ سے ہے۔ جس کا حصول ہر مسلمان کے لیے ممکن ہے اور اس میں شیخ کی توجہ و صحبت کی ضرورت نہیں---- جن امور کا تعلق علوم سے ہے انہیں تو ہر شخص حاصل کرتا ہے۔ اس میں سے بعض کے لیے تو نیک و بد حتیٰ کہ مومن و کافر کی بھی تخصیص نہیں---- کافر بھی علوم دین اسلام پر اعتراض کی غرض سے سیکھتے ہیں---- لیکن ان علوم کے ساتھ انوار نبوت کا جمع کرنا یہ مومن متقی کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

فرمایا: صوفیا کرام کے احوال عجیب ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے برق تپاں، جب چمکتی ہے تو دنیا کو روشن کر دیتی ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔

گفت: احوال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے برطارم اعلیٰ نشینم!
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم!

فرمایا: اس دور میں الحاد و زندقہ کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہر طرف ظلمت ہی ظلمت ہے۔ بے پناہ ظلمت! اگر یہاں کوئی سالک فنا فی اللہ یا بقا باللہ کے مقام والا بھی مل جائے (بشرطیکہ وہ کہیں ہو بھی) تو اس میں اتنی طاقت نہیں کہ کسی طالب کو کچھ کرا سکے۔ بلکہ اس زمانے میں سالک المجذوبی والے سے بھی یہ کام مشکل ہے کہ وہ کسی طالب کو اپنی توجہ سے عالم بالا کی طرف رہنمائی کر سکے---- اس گمراہی کے مقابلے میں بڑی طاقت اور قوی استعداد کی ضرورت ہے، جتنی گمراہی زیادہ ہوتی ہے اس کے مقابلہ کے لیے اتنی ہی زیادہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے------ (اس کے بعد تحدیث نعمت کے طور پر آپ نے یہ ارشادات فرمائے جو آپ کے مقامات عالیہ پر فائز ہونے کی طرف مشیر ہیں۔ وذالک فضل

اللہ یؤتیہ من یشاء) فرمایا: اگر میرے روئیں روئیں میں ایک ایک ہزار زبان ہو اور ہر زبان ایک ایک ہزار بولی بول سکتی ہو تو بھی اللہ کریم کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔

اگر بر سر ہر موئے من گردد زبان
شکر تو ہر گز نہ آید در بیان

فرمایا: میرا رجحان علوم ظاہریہ کی طرف زیادہ ہے۔ مجھے جو وقت بھی فراغت کا ملے، رات ہو یا دن، خاص طور پر رات کے وقت، (تنہائی میں) میں قرآن کریم اور حدیث نبویؐ پر غور کرتا ہوں۔ جس طرح قرآن و حدیث کے اسرار و موز اس علم (تصوف) سے کھلتے ہیں اور اس کے مشکلات حل ہوتے ہیں اور کسی علم سے نہیں ہوتے۔ اس لئے جو وقت بھی میسر آئے اس میں صرف کرتا ہوں۔

فرمایا: تمّد راع و تمّد سے عن رعیتہ

جو لوگ میرے پاس آتے ہیں مجھے پتہ ہے کہ ان کے متعلق مجھ سے پوچھا جائے گا۔ اس لئے میں خطوں کے جواب میں بھی اور ویسے ملنے والوں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ ------ اتباع شریعت، اتباع سنت، نماز کی پابندی، میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ اتباع شریعت اور اتباع سنت نبویہ، حلال وحرام کی تمیز، ذکر اللہ پر دوام، کی تلقین کروں------ آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ تمہارے پاس آئے تھے تم نے انہیں کیا بتایا؟ ہماری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کریم سلف صالحین کے راستے سے نہ ہٹائے، صحابہ کرامؓ تبع تابعین، سلف صالحین کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

اسی راستے پر چلو!

ہم نے تصوف و سلوک کے تمام علمی ذخیرہ سے تصوف اسلامی کو چھانٹ کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ آپ تصوف و سلوک کی جتنی بھی کتابیں ہیں ان میں دیکھ لیں۔ یہی چیز آپ کو ملے گی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں بعض اور چیزیں بھی ہوں گی، لیکن میں نے ان کو چھانٹ چھانٹ کر نکال دیا ہے، صرف وہی چیزیں رہنے دی ہیں جن پر تمام صوفیہ کاملین کا عمل

رہا ہے۔ جیسے "لطائف" وتمام صوفیہ لطائف کراتے تھے۔ یہ چیز تواتر تک پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح لطائف کے انوار اور ان کے الوان (رنگ) بھی ہیں، اس کے بعد رابطہ اور استغراق--- پہلے ہم بھی رابطہ اور استغراق کراتے تھے۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے طاقت دے دی ہے اس کی ضرورت نہیں رہی---

مراقبات ثلاثہ، احدیت، معیت، اقربیت، دوائر ثلاثہ، فنا فی اللہ، بقا باللہ، یہ سب صوفیا بیان کرتے ہیں۔ سیر کعبہ، سیر صلوٰۃ، سیر قرآن، یہ بھی سب ہی لکھتے ہیں۔ فنا فی الرسولؐ کے متعلق بھی لکھتے ہیں۔ اس سے آگے کے منازل کو اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں۔ سالک المجذوب کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اس کی منازل کی تفصیل بیان نہیں کرتے۔ مجھے یہ تفصیلات معلوم ہیں لیکن مصلحت کے تحت بیان نہیں کرتے۔ منازل بالا سب وائرے صوفیا کرام نے بیان کئے ہیں۔ تابعین، تبع تابعین سے دور سے لے کر معاملہ اسی طرح چلا آتا ہے۔

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روباہ از حیلہ چناں بگسلا ایں سلسلہ اند

فرمایا: جس طرح علوم ظاہریہ تواتر کے ساتھ ہمیں پہنچے ہیں۔ اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم باطنیہ (اسرار و معارف) بھی ہمیں تواتر کے ساتھ پہنچے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے استفسار کیا کہ یہ تصوف جو ہے اس کا کوئی ثبوت بھی ہے تو آپ نے اس کے جواب میں یہ مصرع لکھ دیا: (کہ عاقل را اشارہ کافیست)

ع ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند

تصوف تواتر تک پہنچ چکا ہے۔ تفاسیر اس سے بھری پڑی ہیں۔ حدیث کے شروح میں موجود ہے۔ فقہاء نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے۔

فرمایا: یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ ساری جماعت غور سے سن لے۔ اتباع شریعت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ وہ لوگ جاہل و مجہول اور گمراہ ہیں

جو یہ کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت چیز اور ہے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شریعت کا مغز ہے، نچوڑ ہے، فقیری، تصوف اور احسان۔ شریعت بیج کے مانند ہے اور طریقت اس کا ثمر، جب بیج ہی نہ ہو گا تو پھل کہاں سے آئے گا۔ عقائد اصل یعنی جڑ ہیں، فروعی مسائل اس شجرہ طیبہ کی شاخیں ہیں۔ اور تصوف و احسان اس کا ثمر، جب اصل ہی نہ ہو تو پھل کہاں سے آئے گا۔

فرمایا: یہ پانچ ہستیاں اولعزم پیغمبر ہیں۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔ اللہ کی تمام مخلوق میں پہلے نمبر پر آقائے نامدار سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ تیسرے سیدنا موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چوتھے سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور پانچویں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

فرمایا: جس طرح علوم ظاہریہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں تواتر کے ساتھ پہنچے ہیں۔ اسی طرح علوم باطنیہ بھی تواتر سے ملے ہیں۔ کسی شخص نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ یہ تصوف جو آپ پیش کرتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے۔ تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا:

قاصر گر کند برایں طائفہ طعن قصور
حاشا للہ کہ بر آرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روباہ از حیلہ چناں بگسلد ایں سلسلہ را

فرمایا: امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ متاخرین کی نسبت صحابہ کرامؓ سے کرامات کا ظہور کم کیوں ہوا؟ جواب دیا کہ صحابہ کرامؓ سے کرامات کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو نبوت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ صحابہؓ کے دور میں انوار نبوت جلوہ فگن تھے۔ خورشید نبوت کی موجودگی میں چراغوں کی کیا ضرورت تھی۔ چراغ اندھیرے میں جلائے جاتے ہیں، دن میں روشن نہیں کیے جاتے۔ صحابہؓ کا وجود ہی بذات خود ایک کرامت کا درجہ رکھتا تھا۔ یہ حقیقت بھی اپنے مقام پر قابل تردید ہے کہ صحابہ کرامؓ سے بھی بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔

تمام تر کمالات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئے۔ پھر خلفائے راشدین کو منتقل ہوئے۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کو مختلف خصوصیت سے نوازہ۔ میں حضرت صاحب کی خدمت میں تھا، میرے استاد میرے ساتھ تھے۔ میں نے کہا حضرت! خواجہ قطب صاحب، محمد شاہ صاحب دولہ رحمتہ اللہ علیہ دہلی والے، یہ میرے استاد ہیں یا نہیں۔ استاد بہت سادہ تھے۔ انہوں نے یہ بات حضرت قطب صاحب کو بتا دی۔ وہ بہت متحمل مزاج تھے۔ فرمانے لگے: مولوی صاحب کو مغالطہ لگا ہے۔ میں فارغ التحصیل عالم ہوں۔ اللہ کریم نے مجھے دو خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ سارے کمالات کسی کو نہیں۔ میری پہلی خصوصیت مدت کے بعد دوام حضور ہے۔ ہر وقت حضورؐ کی حضوری میں رہتا ہوں۔ دوم: مستجاب الدعوات ہوں۔ میں دل سے دعا کروں تو آسمان گر پڑے گا زمین پھٹ جائے گی۔ مگر میری دعا رد نہیں ہو گی۔

میرے متعلق فرمایا کہ انہیں دو خاص خصوصیات عطا کی جائیں گی۔ بعد میں مجھے تین خصوصیات سے نوازہ گیا۔ اول یہ کہ پہلے عرش پر مسجد نور سے آگے جب سالک چلتا ہے۔ وہاں میرا یہ کہہ دینا کہ "اب جہاں تک مرضی ہے چلتا رہ" مدت تک یہ ایک توجہ ہی اس کے چلانے کے لیے کافی ہے کوئی ساتھی دنیا کے کسی ملک میں ہو وہ ایک توجہ سے ہی منازل بالا طے کرتا رہے گا۔ ہر ایک کو یہی معلوم ہو گا کہ ان منازل میں استاد میرے ساتھ ہیں۔ سو ساری عمر کے لیے میری صرف ایک توجہ ہی بفضلہ تعالیٰ کافی ہے۔ عرشوں سے آگے عالم امر شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں مختلف مقامات توکل، صبر، رضا، دائرہ حضرت آدم علیہ السلام، پھر دائرہ عیسوی، دائرہ موسوی، حب صرفہ اس سے آگے حقیقت محمدیہ، حقیقت احمدیہ اور مقام رضا۔ پھر کمالات رسالت، کمالات اولعزمی اور اس سے بھی آگے حقیقت صلوٰۃ، حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن، مزید آگے قیوم، فرد اور قطب وحدت اور صدیق کے دائرے آتے

ہیں۔ اس سے آگے عالم حیرت ہے۔ جس میں سالک حیران ہو جاتا ہے۔ تجلیات باری ٹھاٹھیں مارتا سمندر محسوس ہوتا ہے۔ سات زمینیں اور سات آسمان عالم مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں مخلوق رہتی ہے۔ اس سے اوپر عالم برزخ ہے۔ میرے کہنے کے بعد پردے خود بخود ۔غنند تعالیٰ کھلتے چلے جاتے ہیں اور سالک کی روح مائل پرواز رہتی ہے۔ حج کے دوران مفتی غلام ہمدانی صاحب کہنے لگے کہ حضرت! سالک اپنی منزل میں چل رہا ہوتا ہے تو شیخ کے محض ایک لفظ کہنے سے وہ کیسے رک جاتا ہے۔ میں نے کہا آپ اپنے آخری مقام پر چلیں۔ وہ جب پہنچے تو میں نے کہا آگے کیا نظر آتا ہے۔ کہنے لگے۔ میز پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا اسے پکڑ لیں اور آگے نہ بڑھیں۔ مکہ شریف سے مدینہ شریف گئے۔ واپس آئے اور آٹھ مہینے گزر گئے۔ میں یہ واقعہ بھول ہی گیا۔ ایک دن مفتی صاحب آئے اور کہنے لگے حضرت! وہ میز تو چھڑوائیں میں نے کہا کونسا میز؟ کہنے لگے وہی جو مکہ شریف میں آپ نے پکڑوایا تھا۔ میں نے کہا: یہی شیخ کی ہاں یا نہ کا اثر ہوتا ہے۔ والا مرید اللہ تعالیٰ و الیہ ترجع الامور○

۱۔ فرمایا: حضرت امام بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا کلام بتایا جائے کہ میں عذاب قبر سے بچ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا

قراۃ القران بفھم او غیر فھم (قرآن کریم کی تلاوت، خواہ معانی کو سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو)

۲۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ زندگی اور موت میں انہی کے ساتھ وابستہ رکھے اور مرنا جینا میرا سواد اعظم کے ساتھ، **اتبعو اسواد الاعظم، من شذ، شذ فی النار۔** سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرنا، جو ان سے نکلے گا سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس جماعت سے آپ کا کتنا ربط تھا، سواد اعظم سے مراد اہل سنت و الجماعت ہیں۔

۳۔ سلف صالحین پر طعن کرنا گمراہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

۴۔ بعض لکھتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے، لیکن پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں۔ جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ اور ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں کہ جن سے ایک عام مسلمان خواہ وہ پڑھا لکھا نہ ہو واقف ہو جیسے پانچ نمازیں ماہ رمضان کے روزے، عذاب قبر، منکر نکیر، کراماً" کا تبین وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ زمین و آسمان کی روح ذکر الہیٰ ہے جس وقت اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہ رہے گا تو نہ زمین رہے گی نہ آسمان۔

۶۔ **ان الملوک اذا دخلوا قریتہً افسدوھا الخ** صوفیہ کرام اس آیت کریمہ سے یہ تعبیر بھی لیتے ہیں کہ انسان اپنے بدن اور دل کو ایک ملک یا ایک سلطنت تصور کرے، اس میں حب جاہ، حب مال، حسد، تکبر، غرور وغیرہ ہر قسم کی برائیاں موجود ہیں اور یہ سب اپنے اپنے مقام پر خود مختار حاکم یا بادشاہ بنے ہوئے ہیں، لیکن جس وقت رب العالمین کا ذکر اس ملک (یعنی دل) میں داخل ہوتا ہے اور ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو انہیں ذلیل کرکے وہاں سے نکال دیتا ہے، اپنے آپ توکوئی اپنے ملک، وطن مال و جاہ کو نہیں چھوڑتا، اس کے لیے جہاد اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے صوفیہ فرماتے ہیں کہ جب تک لطائف پر پورا مجاہدہ نہ کیا جائے۔ دل سے یہ چیز نہیں نکلتی، صرف نفس کی آمد و شد سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

--- ہمیشہ ترقی اسی کو دی جاتی ہے جو مجاہدہ زیادہ کرتا ہے اس سلسلہ میں اس کے دو رکن ہیں۔

(i) خلوص دل اور ریاضت مجاہدہ (ii) مکمل اتباع شریعت، کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں، سوائے اتباع محمدیؐ کے کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ گو ہر مراد حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور آپ کی جوتیوں کے صدقہ سے ملتا ہے۔

۷۔ سلوک کا پہلا رکن یا پہلا درجہ اتباع شریعت ہے اگر اس میں خلل آئے تو ایمان میں خلل آئے گا۔

دوسرا رکن اس کا شیخ کے ساتھ قلبی خلوص ہے اگر اس میں کمی ہوئی تو فیض حاصل نہ کرسکے گا، کیونکہ اس کا تعلق ہی

قلب کے ساتھ ہے۔

۸۔ تزکیہ کے حاصل کئے بغیر، خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو اس کے علم میں پختگی نہیں پیدا ہوتی جب تک وہ اللہ اللہ کرنے والا نہ ہو، حرام حلال کی تمیز نہیں کر سکتا صرف بیان کر سکتا ہے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام۔۔۔۔۔یہ چیز نور نبوت سے اکتساب فیض کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

۹۔ ذکر الٰہی جب پوری طرح قلب میں راسخ ہو جائے تو پھر کسی طرح بھی رذائل اس میں نہیں رہ سکتے۔ مختصراً" یوں سمجھئے کہ دل ایک ہے، دوسرا نہیں، رب العالمین کسی غیر کو اس میں دیکھنا پسند نہیں کرتا جیسا کہ بعض بزرگان نے کہا ہے۔ یک دل داری یک دوست بس است ترا

۱۰۔ شریعت نام ہے کل اور مجموعہ احکام کا، خواہ وہ احکام امور باطنیہ سے تعلق رکھتے ہوں یا امور ظاہری کے ساتھ، متقدمین علماء اور صوفیہ تمام اس پر متفق ہیں کہ شریعت لفظ فقہ کے مترادف ہے، شریعت اور فقہ ایک ہی ہے یہ ان کی اصطلاح ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ **معرفۃ النفس مالھا وماعلیھا** یعنی اس کا نفع یا نقصان کس بات میں ہے اس لئے مجموعہ احکام ظاہری اور باطنی سب اس میں آ گئے، متاخرین علماء نے احکام ظاہری پر فقہ کا اطلاق کر دیا اور جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں اس پر تصوف کا اطلاق کر دیا وہی شریعت ہے وہی حقیقت ہے شریعت سے باہر کوئی چیز نہیں۔

۱۱۔ طریقت۔ ان وسائل ذرائع اور طرق کا نام ہے جن کے ذریعہ سے احکام ظاہری یا احکام باطنی حاصل کئے جائیں، مثلاً" لکھنا پڑھنا، درس تدریس، تصنیف کرنا، تبلیغ کرنا یا کسی سے پوچھ لینا یہ سب شرعی احکام تک پہنچنے کے ذرائع ہیں اور انہیں طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے، طریقت کہتے ہی راستے کو ہیں اور یہ باقاعدہ ہے کہ راستے پر طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے، انسان ہمیشہ حصول مقصد کے لیے حرکت کرتا ہے، مقصد نہ ہو تو حرکت نہیں کرتا، پس حرکت کرنا یا کوئی کام کرنا، رستہ ذرائع یا وسائل اختیار کرنا، یعنی امور باطنی اور تصوف تو رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کی جائے، اللہ کی محبت حاصل کی جائے، یہ معلوم ہو کہ اس کی رضا کس بات میں ہے اور وہ ناراض کس بات میں ہے، یہ دیکھنا کہ اللہ کی محبت اور اللہ کی رضا کس بات میں ہے۔ اللہ کی رضا اس کی عبادت اور اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کما قال تعالیٰ **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فا تبعونی یحببکم اللّٰہ** اگر آپ اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو اور اللہ کو محبوب بنانا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو یہ طریقت ہے۔

۱۲۔ اب ذرا غور کریں کہ حقیت سے کیا مراد ہے، ایک درجہ تو یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت حال ہو جائے اور ایک درجہ یہ ہے کہ آدمی پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے۔

مثلاً" صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ نماز کی صورت جو ہے وہ تمام مسلمانوں کو حاصل ہے لیکن اس کی حقیت تک کما حقہ بہت کم لوگ پہنچتے ہیں اسی طرح ایمان کی صورت تو اکثر لوگوں کو حاصل ہے لیکن اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ یعنی جس کے حاصل ہونے کے بعد آدمی سچا مسلمان مومن اور صحیح معنوں میں دیندار بن جاتا ہے۔

ذرا دیکھیں کہ ایمان کی حقیقت اور ایمان کی صورت سے کیا مفہوم ہوتا ہے، علم کی تعریف ہے، حصول صورۃ الشی فی الذہن صورت چیز ذہن میں آجائے یعنی قبول النفس تلک الصورۃ یا نفس اس صورت کو قبول کر لے اس کو علم کہتے ہیں یعنی صورت شی کا حاصل ہو جانا، ایمان کی صورت آ گئی روزے کی صورت آ گئی، کلمے کی صورت آ گئی۔۔۔۔۔

اب سوال یہ ہے کہ حقیقت سے کیا مراد ہے، مثال کے طور پر کوئی آدمی ہمیں بتاتا ہے کہ ڈی، سی شہر کے فلاں مقام پر آگیا ہے، ہم اس کی بات تسلیم کر لیتے ہیں یہ ایمان تقلیدی ہے، اس کی بات سنی قبول کر لی۔ عوام کا ایمان جو ہے تقلیدی ہے تقلیدی ایمان تشکیک مشکک سے زائل ہو جاتے ہے، کسی نے شک میں ڈالا تو وہ اس چیز کو چھوڑ بیٹھا۔ گمراہی کا اصل سبب عام طور پر یہی ہے، یعنی جیسی صحبت ملی اس کے رنگ میں ڈھل گئے۔ ان کو ایمان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی اس لئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

دوسرا۔ استدلالی ایمان ہے۔ یعنی جو دلائل سے ثابت ہو،

ایک آدمی اڈے پر گیا دیکھتا ہے کاریں کھڑی ہیں موٹریں موجود ہیں' پولیس اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہے' آدمی کھڑے ہیں' دلائل موجود ہیں قرآئن سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی آیا ہے یہ ایمان استدلالی۔

حقیقی ایمان یہ ہے کہ آدمی اندر چلا جائے اور خود مشاہدہ کرلے' اندر جا کر دیکھ آئے یہ حقیقت ہے اب اگر ہزار ہا آدمی بھی کہیں کہ ڈی سی نہیں آیا تو یہ کہے گا تم جھوٹ بولتے ہو میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے گمراہ نہیں کر سکتی' اس کو حقیقت کہتے ہیں۔ یعنی انتہا تک پہنچنا۔

معرفت کا مطلب ہے پہچان لینا' بعض اس سے مراد لیتے ہیں کہ رستے میں جو کچھ اس کے اسباب ذرائع پہچانے گئے ہیں' یہ معرفت ہے' مگر میری تحقیق یہ ہے کہ جس کو جس وقت یہ چیز پوری حاصل ہو جائے معرفت حاصل ہو گئی' شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت یعنی انتہا تک پہنچنا یہی تصوف و سلوک کا مقصود ہے' جسے یقین کامل اور اطمینان ہوتا ہے' یہی اس تک پہنچتا ہے۔

☆

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے از سر حق آگاہ شد

ذکر سے پہلے تزکیہ نفس ضروری ہے۔ قال تعالیٰ **ہوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔** اس سے پہلے یہ گمراہی میں تھے' تزکیہ نفس سوائے صحبت شیخ کے حاصل نہیں ہوتا' اس کی صحبت میں بیٹھنے سے خود بخود انوار پھیلتے رہتے ہیں۔

جمال ہم نشین اکثر کرجاتا ہے اور قلب و ضمیر منور کر دیتا ہے۔

تیری محفل میں بیٹھنے والے
کتنے روشن ضمیر ہوتے ہیں'

صحبت کی تاثیر کے بارے میں حضرت سیدی شیخ المکرم مد ظلہ نے فرمایا:

دودھ بھی ہوتا۔ شکر بھی لیکن ایک چٹکی چائے کی ڈالنے سے کہتے ہیں کہ یہ چائے ہے۔ نام بدل جاتا ہے۔ تاثیر بدل جاتی ہے۔ یہ صحبت کا اثر ہے۔

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ایک جلیل القدر ہستی ہیں۔ خیر التابعین کے شرف سے ملقب ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد شرف و فضائل میں ان کا پہلا نمبر ہے۔ ہرچند کہ حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے لیکن صحبت حضورؐ کی حاصل نہیں ہوئی' بدیں وجہ صحابیت کے منصب جلیلہ کو نہ پا سکے' تابعین ہی میں رہے۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

○ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے جتنے ساتھی بھی یہاں آئے ہیں ان کو جو کچھ فائدہ ہوا ہے ذکر سے بھی ہوا ہے لیکن میرے ساتھ ملنے سے زیادہ ہوا ہے (اس کا مدار صحبت شیخ پر ہے۔ شیخ کے سینہ سے جو انوار نکلتے ہیں طالب کے سینہ کو روشن کر دیتے ہیں۔ یہ دولت القائی اور انعکاسی ہے:

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

صحبت سے بہت اثر ہوتا ہے۔ اہل بدعت و ضلال کے علاوہ اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔

○ قرآن شریف پڑھو' درود شریف پڑھو' نفی اثبات کرو' اللہ اللہ کرنے سے دل جب منور ہو جاتا ہے تو حقائق خود بخود روشن ہو جاتے ہیں۔ کشف و الہام مقصودی چیزیں نہیں جو دین ہے اس پر عمل کرو۔ نماز اس طرح پڑھو جس طرح حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' دین (عبادت) میں توقف ہے' ثواب منقولات میں ہے۔

○ سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ جو غوث زماں حضرت بہاؤ الحق ملتان رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا میں سے تھے' فرماتے تھے کہ سونے سے پہلے انسان ذکر کرے:

فقیر اللہ دیاں بوٹیاں
دل جاگدے اکھیں نوٹیاں

دنیا میں مطیع اور مطاع کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور

غالباً ہمیشہ جاری رہے گا۔
اطاعت کے اعتبار سے تین صورتیں پائی جاتی ہیں اول مطلق اطاعت، دوم مطلق نافرمانی، سوم من وجہ اطاعت اور من وجہ نا فرمانی۔

مطلق اطاعت دراصل غیر مشروط اطاعت ہے۔ اس تعلق کی صورت یہ ہے کہ مطاع اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور مطیع اللہ کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا امتی ہے۔ اس اطاعت میں بندہ اپنے اختیار سے کلیتہً دست بردار ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے: **ماکان لمئون ولا مومنتہ اذا قضی اللّٰہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرہ من امرھم** - یعنی جب اللہ اور اس کے رسول کا حکم آجائے یا کسی امر میں وہ فیصلہ سنا دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اس میں چون و چرا کرنے کا اختیار نہیں رہتا" اس اطاعت کا اصطلاحی نام ایمان ہے اور ایسے مطیع کو مومن کہتے ہیں۔

☆ مطلق نا فرمانی۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جب مطلق نافرمانی کا پایا جانا بھی ممکن ہے تو مطیع اور مطاع کا سلسلہ ہمہ گیر نہ ہوا بلکہ اس میں استثناء پایا جاتا ہے یعنی ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو کسی کے مطیع نہ ہوں مطلق نا فرمانی سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے ایمان اور اطاعت کے تعلق کے منکر ہوں یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول کے مطیع نہیں اور ان کے بغیر وہ سب کے مطیع ہوتے ہیں۔ ایسے نا فرمان کو اصطلاح شریعت میں کافر کہتے ہیں۔

☆ من وجہ اطاعت اور من وجہ نا فرمانی۔
یہ صورت لوگوں کے باہمی تعلق کے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی حاکم، استاد، بزرگ شیخ وغیرہ ایسا حکم دے جو اللہ و رسولؐ کے احکام کے خلاف نہ ہو تو اس کی اطاعت کی جائے اور اگر اس کے برعکس حکم دے تو اطاعت نہ کی جائے اس طرح اس اطاعت کی حیثیت ایک لحاظ سے مطلق اطاعت کی ہوئی ایک لحاظ سے مطلق نافرمانی کی ہوئی یعنی اللہ و رسولؐ کے حکم کے مطلق اطاعت ہوگی اور اللہ کے رسول کے مخالف حکم کی مطلق نا فرمانی ہوگی۔

☆ اللہ کی اطاعت کے لیے اللہ پر ایمان لازمی ہے اللہ پر ایمان کی صورت جو عنداللہ مقبول ہے صرف وہ ہے جو اللہ کا رسول بتائے۔ لہذا جب تک اللہ کے رسول پر ایمان اور اطاعت نہ ہو اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت نہیں ہو سکتی گویا ایمان باللہ فرع ہے ایمان بالرسالت کی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے تشریعی اطاعت کا نظام قائم رکھنے کے لئے اپنے احکام ایک کامل اور آخری کتاب یعنی قرآن حکیم کی صورت میں نازل فرمائے۔ مگر یہ بات کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کے احکام کا مجموعہ ہے اللہ کے رسول نے بتائی۔ اللہ کے رسول کی بات کو اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں تو معلوم ہوا اللہ کے رسولؐ کی بات پر ایمان نہ ہو تو اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایمان بالقرآن فرع ہے ایمان بالحدیث کی۔

☆ نظام اطاعت کی کڑیوں میں ترتیب یہ ہوئی کہ رسول پر ایمان لاؤ، رسول کی بات پر ایمان لاؤ تو رسول کی اطاعت ہو سکے گی اور وہ رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔
رسول پر ایمان نہیں رسول کی بات پر ایمان نہیں تو نہ اللہ پر ایمان ہو سکتا ہے نہ اللہ کے کلام پر ایمان ہو سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حدیث رسول کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے۔ خواہ آدمی زبان سے لاکھ تمسک بالقرآن کا ڈھنڈورہ پیٹے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان کیا "میں اللہ کا آخری رسول ہوں۔ یہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے۔ یہ مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ میری شریعت آخری شریعت ہے۔" یہ ساری بات رسول کی بات ہے یہی حدیث رسول ہے جس نے اس بات کو نہ مانا انہوں نے قرآن کو اللہ کی کتاب کس سند پر تسلیم کیا۔ ثابت ہوا کہ جس نے رسول کی حدیث کو تسلیم نہیں کیا اس نے اللہ کی کتاب کو مطلق تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایمان باللہ بھی قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ ایمان باللہ وہی معتبر ہے جو رسول کی دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہو۔ اور یہ تفصیل حدیث رسول سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ جب حدیث کا انکار ہے تو قرآن کا اقرار کوئی معنی نہیں رکھتا اور اللہ

پر ایمان کا دعویٰ محض خود فریبی ہے۔

☆ اپنے خیال کے مطابق تو کافر بھی اللہ کو مانتے تھے مگر ان کا اپنی پسند کا ایمان باللہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں تھا۔ بلکہ ان سے مطالبہ یہی تھا کہ اللہ پر اس طرح ایمان لاؤ جیسے اللہ کا رسول کہتا ہے۔ جب تم حدیث رسول کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو اللہ پر تمہارا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے۔

☆ اللہ کے رسول نے لوگوں کو کفر کے ڈانڈے سے نکالنے اور اسلام کے دائرے میں داخل کرنے کے لیے سب سے پہلے اور ہمیشہ کے لیے دو اقرار کرائے اوران الفاظ سے کرائے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس حدیث رسول کے مطابق ہمیشہ کے لیے یہ اصول بن گیا کہ ان لفظوں کے ذریعہ یہ اقرار کرنے سے آدمی اسلام کے دائرے میں آجاتا ہے اگر کوئی کافر لا خالق الا اللہ محمد رسول اللہ یا لا رزاق الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ دے تو وہ اسلام کے دائرے میں داخل نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ اس نے رسول کی بات اور رسول کے طریقے کو چھوڑ کر اپنا ایک نیا طریقہ وضع کر لیا ہے گو حقیقت کے اعتبار سے وہ بات ٹھیک ہے مگر رسول کے طریقے کے مطابق نہیں لہٰذا مقبول نہیں۔

☆ قرب الٰہی' اطاعت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اور اطاعت الٰہی' اطاعت رسول کے بغیر اطاعت الٰہی نہیں ہو سکتی اسی طرح قرب رسول کے بغیر قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔

فرمایا۔ میرا اصل مقصد اصلاح خلق ہے۔ اور تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے کہ بغیر ذکر الٰہی کے اصلاح نفس مشکل ہے۔ اس طریق ذکر سے ان کی قدرے اصلاح ہو جاتی ہے۔ چونکہ اصلاح نفس اور تزکیہ کلی مشکل ہیں۔ ادنیٰ درجہ احسان اور اصلاح و تزکیہ کا حاصل ہو جائے تو نجات کی پوری امید ہو جاتی ہے۔ یہ تو بندہ کو بھی معلوم ہے کہ زمانہ حال میں یہ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی اور بایزید بسطامی تو نہیں بنتے لیکن نمازی بن جاتے ہیں' تہجد گزار بن جاتے ہیں۔ کبائر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں' احکام الٰہی اور فرامین رسالتؐ کی عزت اور قدر ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا۔۔۔ جنت میں جانے کا سبب دو ہی چیزیں ہیں۔

ذریعہ دخول جنت التعظیم لا حکام اللہ و الشفقۃ علی مخلوق اللہ۔

"خدا کے احکام اور اوامر و نواہی کی دل میں تعظیم و عزت ہو اور خدا کی مخلوق کے لیے دل میں شفقت ہو"۔

تعظیم لا حکام اللہ یہ کہ احکام الٰہی کی پابندی کی جائے۔ اور خلق خدا پر سب سے بڑی شفقت یہ ہے کہ انہیں اخروی عذاب سے بچانے کی کوشش کی جائے احکام خداوندی کا پابند بنایا جائے۔

الحمدللہ یہ دونوں چیزیں ذکر الٰہی کی برکت سے ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سینکڑوں جبار' متکبر اعلیٰ دینوی مناصب پر فائز حضرات کو حلقہ ذکر میں داخل کیا گیا اور ان کی گردنوں میں ذکر الٰہی کی رسی ڈالی گئی تو ان کی گردنیں بارگاہ الٰہی میں جھک گئیں' اطاعت رسولؐ کے سامنے موم بن گئے۔ بارگاہ رسالت میں سر بسجود ہوئے' شراب خانوں کو لات ماری' بدکاری گئی' سگریٹ نوشی ختم' فلمیں' تھیٹر' کلب گھروں کو خیرباد کہا' ریشمی گدیلے ترک کیے اور مسجد کی چٹائیوں پر جا کر لیٹے' سنت رسولؐ یعنی داڑھی کی پابندی نصیب ہوئی' یہی نہیں برکات ذکر سے عقائد درست ہوئے' عبادات کی پابندی ہوئی' معاملات کی درستی اور حرام سے دوری کی کوشش ہونے لگی۔ بعض لوگ جنہوں نے حلقہ ذکر میں شامل ہونے سے پہلے رشوت وغیرہ لی تھی اس کا حساب کرکے بعد دخول حلقہ ذکر رقم رشوت واپس کی۔ یہ تمام برکات ذکر الٰہی کی ہیں۔

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

☆ فرمایا: ہاں جسے منازل علیا کی ضرورت ہو تو اس کے لیے بھی بفضلہ تعالٰے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اگر اسے برداشت کرکے ہمت نہ ہارے۔

فرمایا: تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ایک دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا ہے۔ جو کچھ ہے' جو کچھ ملنا ہے' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں سے ملتا ہے۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز نخواہد بمنزل رسید

فرمایا۔۔۔ ہمارے سلسلے کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے شاگروں کی تربیت نقشبندیہ طریقہ کے مطابق کرتا ہوں۔

اور میں نے اپنے محبوب شیخ رحمتہ اللہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے میں نے اویسی طریقہ سے اپنی شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی۔ اور بحمد اللہ میرے محبوب شیخ کا فیض تربیت اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔

فرمایا:۔۔۔ اویسی وہ ہوتا ہے جسے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل ہوا ہو۔

فرمایا:۔۔۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اس سلسلہ میں اویسیہ کے طریقہ سے فیض لیتے رہے ہیں۔

فرمایا:۔۔۔ اس سلسلہ والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض لیتے ہیں۔

فرمایا:۔۔۔ بحمد اللہ اس فقیر کو اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے فیض حاصل ہو رہا ہے۔

فرمایا:۔۔۔ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض ذوقی چیز ہے۔

لطف ایں مے نشاسی بخدا تانہ چشی۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ذوقی جواب چاہتا ہے تو صلاء عام ہے طلب اور خلوص لے کر آجائے اور ممکن اور محال میں تمیز کرلے' ورنہ صرف باتیں بنانے سے وہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو عملی طور پر کرنے سے ہوتا ہے۔

لباس فہم بربالائے اوتنگ
سمندر ہم در صحرائے اولنگ
نہ چندی گنبد آنجا ونہ چونی
فروبند لب از کم و زفزونی

جب تدوین علوم کا زمانہ آیا تو فقہا نے فقہ اور اصولیوں نے اصول میں اور مفسرین نے تفسیریں لکھیں' اپنے اپنے فن ہیں' تو صوفیاء نے بھی اپنے فن میں کتابیں لکھیں جن میں صوفیا نے اپنی اصطلاعات بیان فرمائیں جو ذوق اور وجدان اور انکشاف سے تعلق رکھتی ہیں۔ جنہیں اوضاع لغویہ سے تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اوضاع لغویہ صوفیا کے دلی معانی کے اظہار کے لیے کافی ہے۔

ہر آں معنی شد از ذوق پیدا
کجا ۔ تعبیر لفظی یابد اورا

اسی وجہ سے صوفیاء اصلاحات' علماء غور کے اصطلاعات سے متفاوت ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر صاحب فن اپنے فن کو جانتا ہے اور دوسرے فن والا اس کو نہیں جانتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے ان پر انکار کیا اور ان کا یہ انکار فن کی لا علمی پر مبنی ہے اور بعض نے اقرار کرکے ان کے مسائل میں دخل دیا بلکہ سپرد قلم بھی کیا۔ مگر یہ اور پیچ در پیچ میں پڑ گئے۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں فرمایا۔ **لان تلک العلوم و المعارف لا یمکن تعلیمها ولا تعلمها بلسان المقال انما قدرک بالا نعکلس ولسان الحال** اور فرمایا کہ کتب تصوف کی تصنیف سے تو محض تنبہ مقصود ہے۔۔۔۔۔

قال قلت لیس الغرض من تلک الکتب اکتساب تلک العلوم ولا یحصل بمطالعته تلک الکتب شیئی من القرب والولایته بل الغرض منها تنبه العارفین المحصلین تلک العلوم بالحنب والسلوک علی بعض تفا صلیها۔

کشف ایک ایسی چیز ہے جس کو خدا تعالیٰ عنایت فرمائے (وہی اسے سمجھ سکتا ہے) حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فی بد المذہب الماثور باسعی المشکور ص نمبر ۳۸۸ پر فرماتے ہیں اس قسم کے مسائل کے علم سے علماء غور کے ہر مراحل سے دور ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم واسلک حبک و حب من یحبک۔۔۔۔ (شرح) **و تقدر ور فی السنه' ذکر الاسباب التی یتسبب بها العباد الی صحبته اللّٰہ سبحانه' و مثاله حب من یحبه فانه لا یحب اللہ وجل الالمخلص من**

فبھم طاعۃ ہمی الطاعات وقربت من القربات۔۔۔۔۔۔
عبادہ
(تحفۃ الذاکرین ص ۳۳۱)
اور اولیاء کی ہم نشینی (کی برکات) تو ظاہر ہیں لا یشقیٰ

جلیسہم
احب الصالحین ولست منھم
لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

انبیاء و اولیا کی اتباع ذریعہ نجات ان کا ذکر (مبارک) ان کے کمالات کا بیان کار خیر ہے اور نیک عمل میں داخل ہے۔ خدا تعالیٰ ان کے اتباع اور ذکر و کمالات بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ تصوف اور سلوک نام ہے تعمیر الظاہر و الباطن کا' جس طرح ظاہری علوم (کماحقہ) بغیر صحبت استاد محال ہیں اسی طرح باطنی علوم بھی بغیر شیخ کے محال ہیں منازل سلوک وراء الوراء کا معاملہ ہے بغیر استاد کے کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں منازل سلوک' مراقبہ احادیث سے لے کر فناء فی اللہ اور فنا درفناء تک جن میں مراقبہ فی الرسول بھی ہے یہ بنیادی منازل ہیں ان پر آگے سلوک کے منازل کی سطح استوار ہوتی ہے۔

☆ علم منازل سلوک اور چیز ہے۔ حصول منازل اور چیز ہے کتب تصوف کے مطالعہ سے علم تصوف کا حصول محال ہے یہ تو القائی اور انعکاسی چیز ہے جو صحبت شیخ اور صدر شیخ سے حاصل کی جاتی ہے۔

☆ علوم ظاہریہ کی تعلیم' فہم تفہیم' فائدہ استفادہ' الفاظ پر موقوف ہے اور علوم و معارف باطنیہ کا حصول' صحبت والقاء و انعکاس پر موقوف ہے۔۔۔۔ علوم ظاہریہ کا عالم الفاظ کا محتاج ہے اور علوم باطنیہ کے عالم کو احتیاج نہیں۔۔۔۔ ان علوم کے حصول کے لیے ربط قلبی شیخ اور شیخ کا ربط القلب بالرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تصوف کا ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ مادی آلات اور اعضاء جوارح سے علم سلوک حاصل نہیں کیا جاتا۔

لباس فہم بربالائے او تنگ
سمند وہم در صحرائے او لنگ

☆ مشرق وسطیٰ کے کسی ساتھی کو بوقت رخصت نصیحت فرمائی۔ کہ غذاء کا خاص خیال رکھیں۔ حلال اور ذبیحہ گوشت ملنا محال ہے۔ انگلینڈ میں ایک سکھ بعض علاقوں کو گوشت سپلائی کر رہا ہے۔ جس کا ذبیحہ ہونا مشکوک ہے۔ حتی الوسع گوشت نہ کھائیں' دال' سبزی' انڈے' مچھلی وغیرہ پر گزارہ کر لیں۔ گوشت ہی ضرور کھانا ہو تو مرغی لے کر خود ذبح کر کے گوشت بنا لیں۔

☆ علوم نبوت کو علماء دین نے سنبھالا۔ نور نبوت کو صوفی حضرات نے اخذ کیا۔ اور آگے تقسیم کیا۔ جس طرح اہل سنت والجماعت کے ۴ مشہور فقہی سلسلے ہیں ایسے ہی باطنی سلسلے بھی چار مشہور ہیں۔
فقہی سلسلے حنفی۔ مالکی' شافعی اور حنبلی ہیں جب کہ باطنی سلسلے چشتیہ' قادریہ سہروردیہ اور نقشبندیہ ہیں ظاہری اور باطنی مذکورہ سلسلے درست اور برحق ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی چل کر اللہ کے فضل و کرم سے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی سلسلے میں ترقی جلد ہوتی ہے اور محنت نسبتاً" کم کرنا پڑتی ہے۔ جب کہ دوسرے سلسلے میں ترقی جلدی ہوتی ہے اور محنت نسبتاً" کم پڑتی ہے جب کہ دوسرے سلسلے میں محنت نسبتاً" زیادہ کرنا پڑتی ہے اور ترقی کی رفتار کم ہے۔

☆ انبیاء کرام نے ظاہر شریعت کے نفاذ (یا اقامت دین) کے لیے زیادہ کوشش کی بہ نسبت باطنی پہلو کے۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری کی نوعیت اور تقاضا ایسا ہی تھا' اسی کوشش میں دکھ اور تکالیف سہتے رہے' بعض کو شہید کیا گیا اور بعض کو زندہ ہی چیرا گیا۔ بعض انبیاء زندگی بھر تبلیغ فرماتے رہے لیکن ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ کشف کا مطلقاً" انکار کفر ہے۔ اگر کشف نہ ہوتا۔ تو انبیاء کرام فرشتوں کو کیسے دیکھتے وحی کیسے آتی؟ احکام ربانی کیسے وصول کیے جاتے؟ تبلیغ کس چیز کی فرماتے؟ لوگوں کو کیا سمجھاتے؟ غرضیکہ پورا دین کشفاً" حاصل کیا گیا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب لوگ صبح و شام تک دنیا کمانے کی فکر میں لگے رہیں گے۔ اب

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب لوگ صبح و شام تک دنیا کمانے کی فکر میں لگے رہیں گے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ لوگ رات دن دنیا کمانے میں مستغرق رہتے ہیں' اس بات کی کوئی فکر یا پرواہ نہیں ہے کہ دین رہے یا چلا جائے۔ پھر فرمایا۔۔۔ دنیا کی کثرت بذات خود بری شے نہیں بشرطیکہ یہ ہاتھ میں رہے اور دل میں جاگزین نہ ہو جائے۔ یعنی اس کو آخرت سنوارنے کے لیے کام میں لایا جائے۔ نہ کہ اس کی وجہ سے آخرت برباد ہو۔ ع

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

الحاد اور بے دینی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ دین اسلام خطرے میں ہے۔ ایسے حالات میں میری کوشش یہ ہے۔ کہ اعتقاد کی اصلاح ہو جائے۔ ذکر کرنے لگیں۔ اور اس کی برکت سے نماز روزہ اور دیگر فرائض پر پابندی سے ادا ہونے لگ جائیں۔ اب جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نہیں بن سکتے۔ کیونکہ رزق حلال ملنا محال بلکہ ناممکن ہے۔

ہر چیز یعنی حجر' شجر' چرند' پرند' ذکر کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ جب تک دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی ہے۔ قیامت نہیں آئے گی اور جب دنیا میں اللہ کا نام لینے والا ایک بھی فرد باقی نہیں رہے گا۔ تو قیامت آ جائے گی اس سے ثابت ہوا۔ کہ بقائے عالم کا انحصار بھی ذاکرین پر ہے۔

ایک ساتھی نے نماز میں کثرت وساوس کی شکایت کی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ وہ نمازی جس کو وسوسے بہت آتے ہوں۔ اور وہ کوشش اور تردد کرتا ہو کہ وسوسے دور ہوں۔ تاکہ یکسوئی حاصل ہو سکے۔ افضل ہے اس نمازی سے جس کو وسوسے کم آتے ہوں۔ نیز فرمایا: کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ وسوسے بالکل نہ آنا یہودیوں کا فعل ہے۔ مسلمان کے دل میں امتحان لیا جاتا ہے جب وہ بار بار وسوسوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو زیادہ ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

جتنے بھی حکمران اور بادشاہ زمانہ ماضی میں گزرے ہیں۔ ان میں سے بیشتر عالم برزخ میں گرفت میں ہیں۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو تہجد گزار ہوتے تھے۔ حکمرانی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رعایا کے ساتھ پورا پورا عدل و انصاف نہ کیا جائے۔ اس لیے بہتر ہے کہ بھیک مانگ کر گزارہ کرلے۔ لیکن حاکم نہ بنے۔ فرمایا۔ کہ حضرت رابعہ بصری سے کسی نے سوال کیا: کہ درود شریف کو کثرت سے پڑھوں یا استغفار کو۔ انہوں نے جواب دیا کہ استغفار بمنزلہ جھاڑو کے ہے۔ یعنی اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درود شریف کی مثال عطر کی ہے۔ جھاڑو دینے کے بعد اگر عطر چھڑکا جائے تو نوراً "علیٰ" نور بن جاتا ہے۔ اور اگر غلاظت کے ڈھیر پڑے ہوں ان پر چاہے جتنی عطر کی شیشیاں چھڑک دو۔ لیکن خوشبو نہیں آئے گی۔

بیعت ہونے والے ساتھیوں کو نصیحت فرمائی کہ لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو۔ اس سے گناہوں سے نفرت پیدا ہو گی۔ اور قرب خداوند حاصل ہو گا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ اس کی برکت سے رزق کی فراخی حاصل ہو گی۔ اور مصائب میں کمی واقع ہو گی۔ روزانہ کم از کم ایک ایک تسبیح درود شریف' استغفار اور لا الہ الا اللہ کی پڑھا کرو۔ ہر نماز کے بعد سورہ فاتحہ اور آیتہ الکرسی پڑھا کرو۔ سوتے وقت تسبیح فاتحہ پڑھا کرو۔ اس سے بھی رزق کی فراخی حاصل ہو گی۔ نماز سب عبادات کا سر ہے۔ خود بھی نماز با جماعت ادا کیا کرو اور گھر والوں کو بھی نماز کی پابندی کراؤ۔ زندگی کو غنیمت جانو۔ قضاء شدہ نمازوں کو لوٹاؤ۔ معاملات کی اصلاح کرو۔ میں روایتی قسم کا پیر نہیں ہوں۔ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ تو دوسروں کا کیسے اٹھاؤں گا؟

مزارات کے سلسلے میں فرمایا کہ پنڈی اور چکوال کے مضافات میں بہت سارے مقابر ایسے ہیں' جن کے اندر کوئی بھی انسان دفن نہیں ہے۔ ایک مزار پر جا کر معلوم ہوا۔ کہ صاحب مزار کشمیر میں مرے تھے اور وہیں دفن کیے گئے یہاں پر ان کی صرف ایک ہڈی دفن کی گئی تھی۔ اسی پر مزار بنا دیا گیا۔ ایک اور مزار پر معلوم ہوا۔ کہ شاہ صاحب یہاں پر کچھ دیر کے لئے بیٹھے تھے۔ اس لئے مزار بنایا گیا۔ دفن پتہ نہیں کہاں ہوئے

تھے۔

مناظر کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ کامیاب مناظر کے اندر کچھ خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً دلیر، قوی الجثہ، بلند آواز، حاضر جواب، تیز حافظے والا اور دونوں طرف کی کتابوں کا علم ہونا چاہیے۔ تواتر کے ساتھ دلائل سن کر گھبرانہ جائے۔ اگر فریق مخالف کی طرف سے بہت سارے سوالات کر دیئے جائیں تو صرف آخری سوالوں کے جواب دینے پر اکتفا کر لے۔ کیونکہ سامعین عموماً ابتدائی سوال بھول جایا کرتے ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ بعد میں خود کو سوال کرنے کا موقع مل سکے گا۔ بصورت دیگر وقت جواب دینے میں ہی گزر جائے گا۔

قسطنطنیہ کی فتح کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے۔ سلطان کی فوجوں نے بار بار حملے کئے۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ قلعہ کی فصیل بہت مضبوط تھی۔ سلطان نے اپنے وزیر کو ایک اہل اللہ کے پاس دعا کرانے کے لیے بھیجا۔ جنہوں نے دعا کی اور بتایا کہ فلاں وقت قلعہ فتح ہو جائے گا۔ وہ وقت بالکل قریب آ گیا۔ لیکن فتح کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے جن صاحب سے دعا کرائی گئی تھی۔ ان کو خیمے میں لے آئے اور فرمانے لگے کہ تنہائی میں دعا کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد ان صاحب نے فتح کی خوشخبری دی۔ باہر قلعے پر نظر ڈالی۔ تو اس وقت تک فتح کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ سلطان کو بڑی پریشانی ہوئی۔۔۔ کہ ان صاحب نے تو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ فتح ہو چکی ہے، لیکن قلعہ ابھی تک جوں کا توں ہے۔ اچانک قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اور سلطان کی فوجیں اندر داخل ہو گئیں۔ سلطان نے ان صاحب سے بہت اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ رہا کریں۔ لیکن وہ نہیں مانے کیونکہ یہ طبیب تھے اور سیلانی مزاج تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کرامت عطا کی ہوئی تھی کہ جب جنگل میں جڑی بوٹیوں کی تلاش میں جاتے تو وہ پکار پکار، کہتیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔

☆

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔۔۔ الخ

قرآن مجید کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیہ) کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ دوسروں تک اللہ کے دین کو پہنچائیں۔ انہیں دین حق کی دعوت دیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔

(سالانہ اجتماع کے موقعہ پر) آپ لوگ جو یہاں دور دور سے آتے ہیں۔ اپنی مصروفیات کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں اس انداز سے رہتے ہیں اور اچھی خاصی مشقت برداشت کرتے ہیں تو آخر کیوں؟

اس امر پر غور کریں کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہی نا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ اس کے دین کی سمجھ اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے، دل میں خلوص پیدا ہو جائے۔ اب جب کہ آپ یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں تو یاد رکھیں کہ جو چیز بحمداللہ آپ نے یہاں سے حاصل کی ہے اور جو دولت آپ اپنے ساتھ سمیٹ کر لے جا رہے ہیں اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں۔ اور خود بھی اس کی حفاظت کریں۔۔۔ شیخ کا کام ہے تربیت کرنا اور راہنمائی کرنا۔ اور وہ نعمت جو اللہ نے اسے دی ہے اس کے فیضان سے دلوں کی تشنگی بجھانا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور پھر دوسروں کو دین کی دعوت دیں اور یہ نعمت لوگوں تک پہنچائیں۔

☆ اتباع سنت کا خاص اہتمام کریں۔ نماز کی پابندی کریں۔ نماز خشوع و خضوع اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ ذکر الٰہی پر مداومت اختیار کریں۔ اس کے بغیر اصلاح احوال مشکل ہے۔

☆ ذکر الٰہی پر مداومت ضروری ہے اس کے بغیر اصلاح کا کوئی طریقہ نہیں۔ جب تک باطن کی اصلاح نہ ہو، ظاہر کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر ظاہر کی اصلاح کسی قدر ہو بھی جائے تو باطن کی خرابی سے آہستہ آہستہ وہ بھی ضائع ہو جاتی ہے۔

☆ سلوک اور منازل سلوک کی اہمیت کا صحیح احساس تو موت کے بعد ہی ہو گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ دنیا و مافیہا اور یہاں کی دولت و ثروت اور حکومت وغیرہ اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم

سے یہ نعمت کسی کو عطا فرما دے تو پھر یہ ہر چیز سے مستغنی کر دیتی ہے۔

این آں سعادت ہست کہ حسرت برد بر آں
جویائے تخت قیصر و ملک سکندری

اس دنیا میں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علوم شریعت عطا کر دے اس کے بعد پورا پورا (مکمل طور پر) علوم باطنی عطا کر دے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔

☆ منازل سلوک جو کہ دراصل منازل قرب ہیں۔ ان کا مدار اتباع شریعت پر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شیخ مقتداء سے خلوص قلبی ہو۔ ورنہ یہ دولت حاصل کرنا محال ہے۔

تصوف تو سارے کا سارا ادب ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ جس شخص سے آپ فیض لینا چاہتے ہیں یا جو آپ کو توجہ دیتا ہے، معمول کراتا ہے۔ اس کا ادب ضروری ہے۔ ورنہ اس راہ میں بغیر ادب و احترام کے فائدہ ممکن نہیں۔۔۔۔ وہ لوگ جو شیخ کی طرف سے معمول کرانے پر مقرر ہیں۔ انکی حیثیت بڑے بھائی کی سی ہے۔ ان کا احترام ضروری ہے اور انہیں چاہیے کہ وہ چھوٹے بھائیوں کی تربیت کریں اور ان سے شفقت و محبت کا سلوک کریں۔۔۔۔ لیکن یاد رہے کہ ادب، اطاعت و احترام اتباع شریعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہو تو پھر لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

☆ لطائف، مراقبات، سالک المجذوبی اور منازل یہ سب عبادات میں داخل ہیں ان کی اہمیت کا صحیح علم تو موت کے بعد ہوگا۔۔۔ اس کے بعد لسانی اذکار ہیں تو قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ ذکر نفی اثبات لاالہ الا اللہ کی کثرت کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجیں۔ استغفار پڑھیں۔ کم از کم ایک تسبیح کی مقدار دن رات میں ضرور پوری کریں۔۔۔ رات سونے سے پہلے دس مرتبہ یا بیس مرتبہ لاالہ الا اللہ ضرور پڑھیں۔ سورہ اخلاص پڑھیں۔

☆ اگر کسی شخص کو تنگدستی ہو تو میری طرف سے تمام جماعت کو اجازت ہے کہ اول آخر درود شریف اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیح پڑھیں۔ انشاء اللہ کچھ مدت کے بعد یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

جب ذکر الٰہی دل میں سما جاتا ہے تو اس کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے پیشتر جن خواہشات، عقائد اور مرغوبات نے ڈیرہ جما رکھا تھا۔ ذکر الٰہی انہیں وہاں سے نکال باہر پھینک دیتا ہے۔ شرک، تکبر، انانیت اور دوسری خباشتیں بالآخر وہاں سے نکل جاتی ہیں۔

صوفیائے کرام نے بطریق اغیار اس آیت سے اس مضمون کو اخذ کیا ہے **ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ۔۔۔** الخ جب بادشاہ کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو وہاں کی تمام سابقہ حالات کو بدل دیتے ہیں۔ اس طرح جب سلطان ذکر دل میں سما جاتا ہے تو وہاں سے غیروں کے تسلط کو ختم کر دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا بڑا مقام ہے۔ دنیا میں اسلام صحابہ کرامؓ نے پھیلایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "نجوم ہدایت" اور "لسان نبوت" کے اعزازات سے نوازا۔۔۔ صحابہ کرامؓ نے دین براہ راست حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ اور بے کم وکاست دوسروں تک اس پیغام ربانی کو پہنچایا۔ اگر ان سے اعتماد اٹھا لیا جائے تو پھر دین ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل وارث وہ ہے جس نے نبوت کے دونوں پہلو (علوم نبوت اور اسرار نبوت) سے حصہ پایا ہو۔ ورنہ **اتو انصیبا من الکتاب** کے مصداق پورا وارث نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت والجماعت کے حق پر ہونے کی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نبوت کے دونوں پہلوؤں کو سنبھالا۔ نبوت کے ظاہری پہلو مذاہب، اربعہ نے اس کے باطنی پہلو کو سلاسل اربعہ نے سنبھال لیا ہے۔

ارشاد فرمایا:۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حق کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس کی رحمت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے۔ چنانچہ ہر دور میں وہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے حق کی حمایت اور اصلاح خلق لیتا

رہا اور صوفیائے کرام نے جس خلوص اور للہیت سے یہ خدمت انجام دی ہے اس کی مثال ملنا مشکل نہیں۔

☆ صوفیائے کرام کے ہاں تعلیم و ارشاد' تزکیہ و اصلاح باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے اور یہ تصوف کا علمی پہلو ہے جس کا انحصار صحبت شیخ پر ہے۔

☆ اتباع سنت کا حق اللہ والوں نے ادا کیا۔ جنہوں نے نبوت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور تبلیغ و اشاعت دین کو تزکیہ نفوس سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ تمام تر کمالات اور سارے مناصب صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت ہی حاصل ہوتے ہیں اور تصوف کا اصل سرمایہ اتباع سنت ہے۔

☆ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا۔ اسے اس فن اور اہل فن پر تنقید کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاسفر جنہیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ کشف پر آتے ہیں تو ان کے لئے اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ھذا طور وراء طور العقل لا یدرک الا اصحاب قوۃ القدسیہ۔

☆ تصوف کے لیے نہ کشف و کرامت ہے، نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے آئندہ واقعات کی خبر دینے اور اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا' مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک نگاہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

تصوف و سلوک القائی اور انعکاسی چیز ہے۔ جو القا اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ کتب تصوف سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ حالات' واردات' کیفیات اور روحانی ترقی کے لیے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع نہیں کیے۔ یہ کمالات شیخ کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس نے ولایت و معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی تصوف و سلوک کے مقامات میں سے ایک اہم ترین مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لیے فیض ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام رفیع تک رسائی ہی نہیں رکھتا اور پھر بھی سلوک طے کرانے کے لئے بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے۔

☆ کتب احادیث میں "حدیث جبرئیل" کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام' ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:۔

"جبرئیل نے کہا کہ مجھے احسان کے متعلق بتایئے رسول خدا نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

☆ انبیاء تین اغراض کے لیے مبعوث ہوتے رہے ہیں اول تصحیح عقائد۔ دوم تصحیح اعمال' سوم تصحیح اخلاص۔۔۔ سو تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں۔ اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے ہیں اور فن خلوص و احسان کے کفیل صوفیہ کرام ہوتے ہیں۔

ا۔ خداوند قدوس کی رضا مندی کا نام ہی جنت ہے۔ جس پر اللہ تعالے راضی ہوا وہ جنتی ہوا اور جنت محل رضا ہے۔

۲۔ خوب یاد رکھیں' ہجرت' نصرت اور بیعت یہ عنوان نہیں بلکہ معنون ذات اصحاب رسول ہے۔ باری تعالے کی رضا مندی کا تعلق صحابہ کرام کی ذات سے ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام پر پانچ انعامات کا اعلان فرمایا ہے۔

ا۔ ان کے ایمان کی شہادت دی۔

ب۔ رضا کی بشارت

ج۔ ان کے دلوں میں صدق و صفا کی موجودگی کا اعلان

د۔ طمانیت قلب۔

ر۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی شہادت۔

۴۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں دین کی حفاظت اور اشاعت کے لیے مسجدیں بنانے کا یہ خاص اہتمام کیا کہ جو مقام قبضہ میں آتا وہاں فوری طور پر مسجد بنانے کا حکم دے دیتے اور مساجد میں آئمہ اور موذنوں کا تقرر فرمایا جن کی تعداد ۴۰۰۰ ہزار تک ہے۔ اور نو سو جامع مسجدیں تعمیر کرائیں۔

۵۔ قرآن مجید نے بعثت رسولؐ کے دو اہم مقاصد بیان کیے ہیں اول یہ کہ دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب کیا جائے۔

دوم۔ یہ کہ اخوت اسلامی پیدا کر کے اقوام عالم سے انتشار۔ افتراق اور فتنہ و فساد کو ختم کیا جائے۔ مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا اس مقصد تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

۶۔ جو دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے حضور نے اس کی دعوت عام دے دی اور پورے کا پورا دین ظاہر کر دیا لہٰذا جو دین رسول اکرمؐ نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دین حق ہے نہ دین رسول اور جو دین اس وقت ظاہر نہ ہوا بلکہ مستور رہا وہ بھی دین رسول نہیں۔

۷۔ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چار قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

ا۔ گزشتہ کتب مقدسہ کی پیشن گوئیاں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آئیں۔

۲۔ وہ معجزات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے۔

۳۔ وہ تعلیمات جو آپؐ نے عالم انسانیت کی ہدایت کے لیے پیش کیں۔

۴۔ شاگردوں کی وہ جماعت جن کے کمالات اور فضائل کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

۸۔ صدیق اکبرؓ تو حضور اکرمؐ کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے منتظر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ جوں ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا صدیق اکبر نے ایمان کا اظہار کر دیا۔ اس لئے انہیں نو مسلم بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نو مسلم تو وہ ہے جس نے انکار کے بعد اقرار کیا ہو۔ صدیق اکبرؓ کا انکار ثابت ہی نہیں۔

۹۔ خلیفہ اول۔ صدیق اکبر کا وظیفہ تین درہم یعنی ۱۲ آنے روز مقرر ہوا۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس وظیفہ سے خلیفہ رسول نے کتنی دنیا اکھٹی کی ہو گی۔ کتنی جائیداد بنائی ہو گی۔ کتنے محل تعمیر کئے ہوں گے۔

یہ تو تھا اس جاں نثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کا آغاز۔ اس کے اختتام کا نقشہ بھی دیکھ لیجئے۔

نہج البلاغہ کی شرح درۃ النجفیہ میں شیعہ عالم لکھتا ہے۔

ان ابابکرمات ولم یخلف درہما ولا دینارا

یعنی ابو بکرؓ دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک دینار بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔

۱۰۔ جن حضرات کی حق شناسی حق گوئی، حق پرستی اور للہیت کی شہادت رب العالمین خود دے اور زبان رسالت اس اجمال کی تفصیل بھی سنا دے اور اس کی شہادت دے دے تو مزید کسی شہادت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

☆ فرمایا:۔ اولیاء کی صحبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے۔ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔ حضرت تھانوی نے ایک روز فرمایا تھا "اولیا اللہ سے دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پر ہیں۔

☆ فرمایا:۔ فرائض راس المال ہیں۔ ترقی ہمیشہ نوافل سے ہوتی ہے مگر جن کے فرائض پورے نہیں ان کے نوافل کا کوئی اعتبار نہیں۔

☆ فرمایا:۔۔ لسانی ذکر کے لیے کسی شیخ کی ضرورت نہیں۔ اس کی زبان تو گنگ نہیں خود پڑھ سکتا ہے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ماوری الوری معاملات شروع ہونے سے سلوک کا تعلق آسمان سے اوپر ہے۔ عرش معلی کے ساتھ ہے۔

☆ فرمایا:۔۔ کشف مقصودی چیز نہیں ہے اور نہ ہم اس کو مقصودی چیز سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کا انعام ہے جس پر ہو جائے۔

☆ فرمایا--- اتباع شریعت کے بغیر کوئی چیز نہیں۔ جتنے مناصب ہیں مجاء نتبار ہوں، اوتاد ہوں، ابدال ہوں، فرد ہوں، قطب وحدت ہو، صدیق ہو یہ میرے آقا کی جوتیوں کی خاک ے ملتے ہیں۔ اتباع سے ملتے ہیں۔ بغیر اتباع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز نہیں ملتی۔

فرمایا------ ذکر الٰہی کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی بدبخت ہو کے نہیں مرتا۔

☆ فرمایا--- قلب سلیم ہونے کے لیے دو شرائط ہیں۔ اول صحت از امراض۔ قرآن کریم نے قلب کے امراض کفر، شرک، شک اور خواہشات نفسانی کے اتباع کو قرار دیا ہے ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ کسی معالج روحانی سے علاج کرایا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قلب کو غذائے صالح بہم پہنچائی جائے۔ جس طرح غذائے صالح سے جسم انسان صحت مند اور قوی ہو جاتا ہے۔ اس طرح قلب کی صحت اور طاقت کے لیے بھی غذائے صالح درکار ہے۔ مگر قلب کی غذا جسم کی غذا سے مختلف ہے قلب کے لیے غذائے صالح کی نشاندہی یوں کی گئی ہے۔

قال اللہ تعالےٰ--------الابذکراللہ تطمئن القلوب

سنو ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔

☆ فرمایا--- علاج قلب اور غذائے قلب عارفین کا ملین کے بغیر کسی سے نہیں ملتی۔

☆ فرمایا--- صرف کتب و رسائل تصوف سے تزکیہ باطن نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کا ملنا شیخ کامل کی صحبت اور القاء انعکاس کے بغیر محال ہے۔

☆ --- فرمایا--- کمال خواہ کسی قسم کا اور درجے کا ہو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے۔

نکور دی تاب مستوری ندارد
چو بندی ورز روزن سربر آرد

اگر اظہار نہ ہو تو حق و باطل میں تمیز کیسے

ہو۔ حقیقی صوفیاء اور بے معنی مدعیان تصوف میں فرق کیونکر ظاہر ہو۔

☆- صحابی کا لفظ صحبت سے مشتق ہے۔ اصطلاح شریعت میں صحابی اسے کہا جاتا ہے جس نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھا ہو۔

☆- صحابیت نہایت بلند مقام ہے، صحابہ لسان نبوت ہیں۔ زبان ہی مافی الضمیر کے لیے آلہ اظہار ہے۔ لہٰذا صرف صحابہ کے ذریعے ہی تعلیم نبوت، برکات نبوت، اور حقائق نبوت سے باقی مخلوق آشنا ہو سکتی ہے۔

۸- یہ مقام حاصل کرنے کے لیے تاریخ کا ایک مختصر سا دور مخصوص کر دیا گیا۔ اس کے بعد کے لئے یہ مقام حاصل کرنا ممکن نہیں۔

☆- محدثین اور علماء ربانی کے نزدیک جانبین میں سے کسی طرف سے یہ معاملہ ہونا کافی ہے یعنی کسی نے حالت ایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کو دیکھ لیا۔ یا حضورؐ کسی کو دیکھ لیا تو وہ صحابی ہو گا اسی بنا پر نابینا صحابی کو بھی صحابی کہا جاتا ہے۔

☆- صحابی ہونے کی ایک اور شرط ہے کہ یہ دیکھنا حالت بیداری میں ہو اگر کسی نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی یا آپ سے گفتگو ہوئی تو وہ صحابی نہیں ہو گا۔

☆ ایک اور شرط یہ ہے دیکھنے والا مومن اور حضور اکرمؐ دونوں دار دنیا میں ہوں۔ مثلاً" حضورؐ برزخ میں تشریف لے گئے۔ جسم اطہر کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تو کسی مومن نے آپ کی زیارت کر لی تو وہ صحابی نہ ہو گا کیونکہ اختلاف دارین ہے۔

☆- حالت خواب کی طرح کشف کی صورت میں کسی کو حضورؐ کی زیارت ہو جائے، گفتگو ہو جائے تو ایسا شخص بھی صحابی نہیں ہو گا۔ کیونکہ مادی آنکھوں سے دیکھنا شرط ہے اور دونوں کا دار دنیا میں ہونا شرط ہے۔ کشف کی صورت میں مادی آنکھوں سے یہ زیارت نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ دیکھنے والا اس دنیا میں ہے اور حضور اکرمؐ عالم برزخ میں ہیں۔

☆- بعض نے صحابی ہونے کے لیے بلوغ ہونے کی شرط بھی لگائی ہے خواہ مکلف بالقوۃ ہو یا مکلف بالفعل ہو۔

☆۔ صحابہ میں فرق مراتب ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ارشاد وکلاً" وعد اللہ' الحسنیٰ کے مطابق جنتی سب کے سب ہیں۔

☆۔ کسی عارف باللہ نے کشف کے ذریعے حضور اکرمؐ سے بات چیت کی تو حضور اکرمؐ کے لیے ایسے ارشادات حدیث نہیں کہلائیں گے۔

☆۔ حدیث رسول دلائل شرعی میں سے ہے اور کشف والہام محض اسرار و رموز بیان کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

☆۔ حدیث رسول کا موضوع ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے بحیثیت نبی و رسول کے' پس حدیث وہ بات ہے جس کی نسبت یا اضافت حضور اکرمؐ کی طرف کر دی جائے۔ مثلاً" قول رسول" فعل رسول" تقریر رسول" ارادہ رسول" صفات رسول" یہ سب باتیں حدیث کہلاتی ہیں۔

☆۔ حدیث کو جانچنے کے دو طریقے ہیں روایت اور درایت' ہم درایت میں امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں مگر روایت میں محدثین کے مقلد ہیں۔

☆۔ ارباب تصوف و سلوک کو جب مراقبہ فنافی الرسول حاصل ہو جاتا ہے' تو ان میں دو طرح کے صوفی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو حضور اکرمؐ کی زیارت ہو جاتی ہے دوسرے وہ جن کو مشاہدہ نہیں ہوتا مگر حضور اکرمؐ اس کو دیکھتے ہیں دونوں کے مراقبہ فنافی الرسول میں کوئی برتری یا کوئی نقص نہیں ہوتا۔

☆۔ کشف' ثمرہ' اعمال صالحہ ہے صوفیا کے نزدیک وہ بہتر ہے جس کو کشف نہیں ہوتا کہ اس کے اعمال صالحہ کا ثمرہ آخرت کے لیے ذخیرہ ہو رہا ہے۔ دوسرے کو اسی دنیا میں ثمر مل گیا۔ **والاخرۃ خیرو ابقی۔**

☆۔ تصوف رضا الٰہی کا نام ہے۔ دیکھنے دکھانے کو مقصود بنانا دراصل غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے اصل نعمت درجہ احسان کا حاصل ہونا ہے۔

☆۔ صحابی سارے کے سارے عادل ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے **الصحابۃ کلھم عدول** محدثین جب حدیث کے راویوں پر جرح کرتے ہیں تو ہر راوی کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرتے ہیں۔ مگر جب صحابی کی ذات آتی ہے ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور قلم رک جاتے ہیں کیونکہ حضور اکرمؐ کا فیصلہ الصحابۃ کلھم عدول کے بعد صحابہ پر جرح کرنے کی کون مسلمان جرات کر سکتا ہے۔

☆۔ صحابی کا قول دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے لیے سب واجب الاتباع ہیں۔ ارشاد نبوی ہے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** یعنی میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پاؤ گے۔

☆۔ صحابہ لسان نبی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ حضورؐ کی زبان پر جھوٹ کب جاری ہو سکتا ہے۔

☆۔ صحابہ کی محبت جز اسلام ہے۔

☆۔ آج کا انسان بڑا دکھی ہے۔ لیکن اس کے یہ سارے دکھ اور پریشانیاں اس کی اپنی پیدا کردہ ہیں۔ اس نے اپنی عقل خدا داد سے کام لے کر اپنے گرد و پیش کی دنیا کو تسخیر کر رکھا ہے وہ امور کائنات سے آشنا ہے لیکن جتنا وہ خارجی کائنات کی تزئین و آرائش میں آگے بڑھ رہا ہے اور جتنی اس کی نوک پلک درست کر رہا ہے اتنی ہی اس کی اندر کی دنیا ویران ہوتی جا رہی ہے۔ مشرق و مغرب کے علوم و دانش سے اپنا چراغ فکر روشن کرنا چاہتا ہے اور للچائی نظروں سے اس کی مادی اور میکانکی ترقی کو دیکھ رہا ہے۔ دانستہ یا غیر دانستہ اس کی طرف لپک رہا ہے۔ جلوہ دانش عصر حاضر کے انسان کے عقل و دل و نگاہ کو خیرہ کر رہا ہے۔ فرمایا منکرین عصر حاضر اپنی اپنی قوموں کے تمدنی تنزل اور انسان کی تہذیبی پستی کے اسباب علل کی یافت میں کبھی' اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ افسوس کہ آج کے انسان کی زندگی بے مقصد بے غایت ہے وہ ہر طرح کی بے سمتی و بے جہتی کا شکار ہے۔ بے مقصد و بے جہت زندگی ایک بھیانک خواب ہے۔ جس کے تصور ہی سے انسان کا وجود محشر ستان بے قراری ہے مفہوم و مدعا' مقصد و غایت کی تلاش اس دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اگر انسان اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہو جائے اپنے وجود و ذات کی معنویت سے آشنا ہو تو اسے وہ راستہ مل سکتا ہے جس کی تلاش میں نوع انسان منزل بہ منزل یہاں تک پہنچی ہے۔

بکھرے ہوئے انسان کے لیے امید کی کرن ہی نہیں بلکہ روشنی کا ایک بے پناہ ذخیرہ اسلام کے پاس موجود ہے۔ یہ نور ہدایت خالق کائنات کی طرف سے نوع انسان کے نام اس کا آخری پیغام قرآن مجید ہے۔ جسے اس نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ک ابی وامی) پر نازل فرما کر قیامت تک کے لیے آنے والی انسانیت کے لیے معیار ہدایت اور منارہ نور بنا دیا ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی حقیقت کو پا سکتا ہے اپنی راہ متعین کر سکتا ہے اور اس راہ پر چل کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اس کی عملی تفسیر خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے اور عملی نمونہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جو تعامل دین حق کی جیتی جاگتی تفسیر ہے **فان امنو بمثل ما امنتم بہ فقدا ہتدو** جسے بھی حقیقت کی تلاش ہے جو بھی ہدایت کا طالب ہے وہ ان ستاروں سے' اس آفتاب حقیقت کا نور حاصل کرے۔ اس سراج منیر کی ضیاء پاشیوں اور فیض رسانیوں کا منظر ان کے آئینہ قلوب میں اور ان کی سیرتوں میں منعکس دیکھے اور ان ستاروں سے نکلنے والی معرجہ ہائے نور کے جلوہ میں چلے۔ اس سراج منیر تک پہنچ جائے اور عرفان حقیقت کا لطف اٹھائے۔

☆۔ آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی نیابت اور خلافت کی صورت انہیں صفات کمال سے حصہ وافر آپؐ کے متبعین اور شاگردوں کو بطور تبعیت و وراثت ملا تو کوئی فقیہ و محدث بنا کوئی مفسر قرآن ہوا وراثت محبت تزکیہ نفس کے لیے اکسیر قرار پائی کسی کے لیے تعبیر اللہ کے نور کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

☆۔ قرون معہود بالخیر کے بعد یہ امت ان لوگوں کے وجود سے خالی نہیں رہی بلکہ ہر دور میں لوگ اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس میراث کے امین رہے اور نسلاً بعد نسل یہ نور منتقل ہوتا چلا آیا اور اسی طرح یہ سلسلہ نظام کائنات کے آخیر تک قائم رہے گا جہاں اس امت کے افراد تلاوت آیات والے فریضہ کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ وہاں تعلیم کتاب و حکمت کی مسند بھی خالی نہیں رہی۔ اسی

طرح تزکیہ نفوس والے فریضہ نبویؐ کے وارثین کے وجود مسعود سے بھی اس امت کا دامن کبھی خالی نہیں رہا۔ دراصل یہی وہ ذات قدسیہ ہیں کہ جن کا کام سب سے زیادہ اہم اور نازک ہے اور ان کی لطافتوں اور نزاکتوں سے کماحقہ عہدہ برآ ہونا واقعی کاملین اولیاء اللہ کا ہی کام ہے۔ جو تقوی و طہارت قلبی کے مقام اعلی پر فائز ہیں قرآن مجید کے صفحات میں اسی وصف خاص کو درجہ امتیاز بتاتا ہے۔

ان اولیاء ہ الا المتقون۔ اللہ کے دوست صرف متقی ہیں۔ تقوی کی دو صورتیں یا دو پہلو ہیں ایک ظاہری کہ مواظبت احکام شرعیہ سے عبارت ہے دوسرا داخلی کہ جس کا تعلق حسن سلوک و خلوص نیت اور طہارت قلبی سے ہے۔ تقوی کا مقام دل ہے اور اس کی اصلاح سب سے زیادہ اہم مقصود ہے۔ اگر یہ صحیح ہو جائے تو سب درست ورنہ قول بلا تصدیق اور عمل بغیر خلوص نیت سب بیکار۔

☆۔ اسلام میں صوفیائے کرام کا وجود اور ان کی مساعی نیابت و خلافت کے اسی پہلو سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ پر شاہد ہے کہ ہر دور میں ہزار ہا نفوس نے اپنے دل کی پیاس انہی کی محبت میں بجھائی ہے اور محبت و رضائے الہیہ کا گوہر یہیں سے ملا ہے۔

☆۔ فرمایا اللہ تعالی کی بارگاہ میں درخواست کرنے کے لیے کچھ آداب ہیں اور دعا کی قبولیت کے لیے چند شرائط ہیں۔ کتاب و سنت میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کے لیے تاکید فرمائی گئی ہے۔

۱۔ غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا۔ فرمان باری ہے "اے اہل ایمان' زمین کی پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ۔"

۲۔ بدن پاک ہونا' لباس کا پاک ہونا اور حلال کی کمائی سے تیار ہونا۔

۳۔ استقبال قبلہ' خلوص نیت اور سحر کا وقت ہونا۔ فرمان باری ہے۔ "پس اللہ تعالی کو خلوص دل سے پکارو۔" اور (اہل تقوی) سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔"

۴۔ ادب سے دو زانو بیٹھ کر دعا کرنا۔ "ہاتھوں کو پھیلائے۔ شانوں تک اٹھائے۔ اور کھول کر رکھے اور ادب خشوع و

خضوع کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگے اور منقولہ دعائیں پڑھے اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے توسل سے' اور دھیمی آواز سے دعا کرے اور دعا ختم کر کے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دے۔"

۵:۔ قبولیت دعا میں جلدی نہ کرنا یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ابھی ابھی دعا قبول ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو دعا ہی ترک کر بیٹھے۔

☆۔ فرمایا مستجاب الدعوات ہونے کے لیے متقی ہونا شرط ہے۔ متقی کی تعریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔ "کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس چیز کو ترک نہ کر دے۔ جس میں (بظاہر) حرام کا شبہ نہیں۔ مگر اس اندیشے سے کہ وہ چیز کہیں حرام تک نہ لے جائے۔"

☆۔ فرمایا مستجاب الدعوات وہ شخص ہوتا ہے جس کا تعلق قلبی اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ ہو' مخلوق سے قلبی انقطاع مکمل ہو۔ تزکیہ نفس مکمل ہو چکا ہو۔ دوام ذکر حاصل ہو۔ یہ اوصاف صرف اولیاء اللہ کاملین میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے مستجاب الدعوات بھی وہی ہوتے ہیں۔

☆۔ فرمایا انسان کی حقیقی قدرو قیمت اور اصلی عظمت و برتری کا اندازہ اس وقت ہو گا جب اس کی فرد عمل مالک حقیقی کے سامنے پیش ہو گی اور اسے فوز عظیم کا مژدہ سنا کر انعام و اکرام کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ اس لیے حقیقی کامرانی و فلاح اور حقیقی عظمت و شان وہی ہے۔ جسے اخروی کامیابی اور ابدی راحت کہا جاتا ہے۔ اس دنیا کی چند روزہ شان و شوکت فریب نظر اور غرور نفس کے سوا کچھ نہیں۔

وما الحیٰوۃ الدنیا الامتاع الغرور○

☆۔ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ کا ہو رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے اس کا گمان تک نہیں ہوتا۔ فرمایا ولایت کے دو رکن ہیں۔ اول اتباع شریعت دوم باطن کا انوار حقیقت میں مستغرق ہو جانا اور ولایت کا مفہوم ہے۔ حصول قرب الہیٰ۔ حصول قرب الہیٰ کے وسائل دو ہیں۔ اول اطاعت الہیٰ۔ دوم اجتناب از معصیت۔

☆۔ فرمایا قرب الہیٰ کے تین مدارج ہیں۔ قرب فرائض' قرب نوافل اور درجہ محبوبیت۔ قرب فرائض یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے جس کو صوفیہ فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی انسان اپنا ارادہ مٹا دے خود محض آلہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ فاعل۔ کما قال تعالیٰ۔

"بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔"

روح ان اجسام سے نہیں۔ جو متفرق ہو جاتے ہیں بلکہ ایسے جوہر سے ہے جو ملائکہ سے بھی لطیف ہے۔ اس کا مسکن عالم امر ہے مگر تعلق بدن سے اپنے اصلی وطن کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کی قوت پرواز یا تو بالکل ختم ہو جاتی ہے یا نہایت کمزور ہو جاتی ہے جب کسی عارف کامل نے اسے اپنے وطن سے مانوس کرایا۔ ذکر الہیٰ کی کثرت ہوئی اور اسم الظاہر الباطن اس کے پر بن گئے تو پرواز لوٹ آئی اور روح انوار معرفت سے منور ہو گی۔ عارف کو محبوبیت کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب اس کی آنکھوں میں' اس کے کانوں میں' اس کے ہاتھ پاؤں میں' بلکہ تمام اعضاء جوارح میں غیر اللہ کا کچھ حصہ نہ رہے۔

لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھا کرو۔ اس سے گناہوں سے نفرت پیدا ہو گی۔ اور قرب خداوند حاصل ہو گا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ اس کی برکت سے رزق میں فراخی حاصل ہو گی اور مصائب میں کمی واقع ہو گی۔ روزانہ کم از کم ایک تسبیح درود شریف' استغفار اور لا الہ الا اللہ کی پڑھا کرو۔ ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ اور آیتہ الکرسی پڑھا کرو۔ سوتے وقت تسبیح فاتحہ پڑھا کرو۔ اس سے بھی رزق کی فراخی حاصل ہو گی۔

لنگر مخدوم کا آخری خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد! قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائی۔ فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینتہ (الٰی اٰخر الرکوع)

شادباش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما!
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

پھر یہ شعر پڑھا۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آورد سکندررا

میں ایک اہم مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہوں اور کچھ ہدایات اپنی جماعت (یعنی متعلقین سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ) کے لئے ---- دراصل اس مسئلہ کا تعلق اساسی عقائد کے ساتھ ہے اگرچہ بعض لوگ بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک فروعی بات ہے حالانکہ اس کا تعلق کفرو اسلام کے تعین سے ہے یہ مہتم بالشان مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے متعلق نہایت انحصار سے چند ضروری اشارات کئے جاتے ہیں۔ (والعاقل تکفیہ الاشارہ)

میرا مقصد کوئی تقریر کرنا نہیں بلکہ مسئلہ سمجھانے کے لیے تفہیم و تدریس کا انداز اختیار کرتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ہم اہلسنت والجماعت اعتقاد کے تمام مسائل میں اشاعرہ کے تابع ہیں۔ یعنی امام ابوالحسن اشعری کے تابع و مقلد ہیں۔ جن مسائل کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے وہ اصولی مسائل ہیں اورانہی پر مدار نجات ہے ایسے تمام مسائل میں ہم امام ابوالحسن اشعری کے مقلد ہیں اور فروعات میں ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔

امام ابوالحسن اشعری نسبتاً" جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا تعلق اشعری قبیلہ سے ہے اور بصرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ زہد و ورع و تقوی کا کچھ اندازہ اس سے کیجئے کہ مسلسل بیس سال تک صبح کی نماز انہوں نے مغرب کے وضو سے ادا کی۔ ساری ساری رات اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے۔ درس و تدریس اور مطالعہ کتب ان کا مشغلہ تھا۔ تفویض و توکل علی اللہ میں ان کا یہ حال تھا کہ ان کے جد امجد (دادا) کی بصرہ کے نواح میں کسی چھوٹی سی بستی میں کچھ اراضی تھی جو انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ اسی پر ان کی گزران تھی۔ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا اسی پر صابر و شاکر رہتے۔

ان کے متعلق اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو کسی وقت ..نے تو ... بیان ہوں گی ان کی ...ق میں جو سب سے عمدہ کتاب لکھی گئی ہے وہ ہے--- "تبیین الکذب المفتری" علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اہلسنت عالم دین کے لیے ضروری ہے کہ یہ کتاب اس کے پاس ہو۔ مجھے اس کی تلاش رہی کیونکہ یہ کافی عرصہ سے نایاب تھی۔ بالآخر مصر کے ایک قدیم کتب خانہ سے مل گئی۔ اس کتاب میں ان کے توکل علی اللہ

کے ضمن میں لکھا ہے کہ سارے سال میں ان کا خرچ صرف ساڑھے سترہ درہم تھا یعنی ایک ماہ کا خرچ تقریباً" ایک درہم اور نصف درہم یا اس سے قدرے زائد!

ابتداء میں یہ معتزلہ کے ہم خیال تھے۔ خواب میں کئی بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا "مذہب وہ بہتر ہے جس کا مدار نقل و روایت پر ہے۔ جو بذریعہ نقل مجھ تک پہنچتا ہے۔ عقلیات کو چھوڑ دیں۔" چونکہ معتزلہ کا مذہب زیادہ تر عقلیات پر مبنی ہے۔ وہ ہمیشہ عقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور فلسفہ و منطق کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر یہ فلسفیوں اور معتزلہ کا خبیث ٹولہ نہ ہوتا تو دینی علوم میں فلسفہ اور منطق کا رواج نہ ہوتا۔۔۔۔۔ جب کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ امام ابو الحسن اشعری ابتداء میں اسی مذہب اعتزال کے قائل تھے۔ لیکن بار بار نبی کریمؐ کی زیارت سے مشرف ہونے کی وجہ سے اور آپؐ کے اس فرمان کی برکت کے سبب یہ اس مذہب باطلہ سے تائب ہو گئے۔ اور اہلسنت والجماعت کے مذہب حقہ کو اختیار کر لیا۔ اس کے بعد یہ باطل فرقوں کے مقابلہ میں ایک شمشیر بے نیام بن گئے اور دشمنان دین کے لیے قہر الٰہی کا مظہر بن گئے۔

اسی دور میں انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام ہے "مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین" اس کتاب میں انہوں نے اپنے عہد تک کے تمام فرقوں کے عقائد و افکار کا جائزہ لیا ہے۔

فرمایا: امام ابوالحسن اشعری کے اس مختصر سے تذکرہ سے دراصل میرا مقصد ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ان کے دور میں فرقہ جہمیہ اور فرقہ کرامیہ کا بہت زور تھا اور حضرت امام اشعری کا وجود ان فرقہ باطلہ کے لیے عذاب الٰہی کے مانند تھا کرامیہ ان کے دلائل سے تنگ آ گئے اور سازش کرکے انہیں زہر دے کر شہید کر دیا۔

کتاب مذکورہ الصدر کے مقدمہ میں فرقہ کرامیہ کے ضمن میں انہوں نے لکھا ہے کہ فرقہ کرامیہ کا ایک وفد سلطان محمود غزنوی کے پاس پہنچا اور انہوں نے شکایت کی یہ شخص (ابوالحسن اشعری) ہمیں بے ایمان اور بدعتی کہتا ہے۔ حالانکہ یہ خود کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے پوچھا کہ اس کا ایسا کیا عقیدہ ہے؟ بصرہ، عراق اور ایران اس زمانے میں سلطان محمود ہی کے زیر نگیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا وہ کفریہ عقیدہ ہے کہ یہ شخص کہتا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اس دنیوی زندگی کو ختم کرکے یہاں سے رخصت ہوئے اس کے بعد وہ نبی نہیں رہے اور نہ ہی رسول رہے۔ پہلے بھی یہ حقیقی نبی نہیں حکمی نبی تھے۔ (العیاذ باللہ) چند دن پیشتر ایک مولوی صاحب سے اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے کہا "حکم شے اس کے قائم مقام ہوتا ہے" میں نے کہا آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے مغالطہ ہوا ہے، اس پر وہ کہنے لگے۔ عورت کو جب طلاق ہوتی ہے تو اس کی عدت یعنی تین حیض تک وہ حکم نکاح میں ہوتی ہے میں نے کہا آپ کو مغالطہ ہے آپ کو فقہ کی سمجھ نہیں۔ طلاق کے بعد عورت اس شخص کی منکوحہ نہیں رہتی۔ جتنے احکام قبل طلاق ان میں تھے۔ وہ سب ختم ہو گئے۔ اسی عدت کی مصلحت تو وہ برات رحم ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے پیٹ میں کچھ ہو۔ یہ عدت برات رحم کے لیے ہے۔ اس لئے نہیں کہ ابھی نکاح کا حکم باقی ہے۔ میں نے کہا یہ قاعدہ آپ نے کہاں سے اخذ کیا کہ حکم شے، شے کا قائم مقام ہوتا ہے۔

غرضیکہ اس وفد نے سلطان محمود سے کہا کہ یہ شخص اس بات کا قائل ہے کہ آقائے نامدار جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے برزخ میں منتقل ہونے کے بعد نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں اور نہ برزخ میں جانے کے بعد کوئی زندگی انہیں حاصل ہے؟

اہلسنت والجماعت تمام کے تمام اس بات سے متفق ہیں اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ جب روضہ اطہر پر جا کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا جائے تو آپؐ اس کا جواب دیتے ہیں اور جو درود شریف دور سے پڑھا جاتا ہے تو اسے ملائکہ آپؐ

کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

اس موضوع پر ایک رسالہ لکھ رہا ہوں جو عنقریب طبع ہو جائے گا میں نے اس میں لکھا ہے اور یہ انکار سماع عندالقبر الشریف یعنی روضہ اطہر پر جا کر صلوٰۃ و سلام پڑھیں تو آپ نہیں سنتے" اسے چیلنج کیا ہے کہ منکرین کسی ایک مفسر، کسی ایک فقیہ یا کسی صوفی ہی کا قول پیش کر دیں۔ جو اس کا قائل ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر پر جا کر صلوٰۃ و سلام پیش کیا جائے تو نہیں سنتے کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو اس کا منکر ہو۔ دیدہ باید۔

اب ذرا موت کی حقیقت سمجھ لیجئے۔ یعنی موت کیا چیز ہے؟ موت کوئی عدمی چیز نہیں جو وجود کو ختم کر دے۔ موت تو ایک پل کی طرح ہے **الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب**۔ دنیا ایک دریا کی طرح ہے۔ جسے ہم سوائے پل کے عبور نہیں کر سکتے۔ موت ہمارے لئے ایک پل بنایا گیا ہے کہ اسے عبور کر کے برزخ میں چلے جائیں یا اسے ایک کشتی یا جہاز سمجھ لیں جس پر سوار ہو کر ہم آگے چلے جائیں گے۔ موت عدمی چیز نہیں جیسا کہ فرمایا "خلق الموت والحیوۃ" جس طرح اللہ تعالےٰ نے زندگی کو پیدا فرمایا اسی طرح موت کو بھی پیدا فرمایا۔ وہ بھی مخلوق ہے اور یہ بھی مخلوق ہے۔

قانون یہ ہے کہ ایمان، نبوت، رسالت، علم، یہ صفات قائم بنفسہ نہیں کہ علیحدہ ہوں مثلاً" زید میں علم ہے تو یہ زید کے وجود میں ہی ہے یہ الگ کہیں موجود نہیں۔ اگر اس کا وجود نہ پایا جائے تو علم ہی نہ ہو گا۔ یہ ایسی صفات نہیں کہ خود بخود قائم ہوں۔

رسالت، نبوت، ایمان، علم اور سماع یہ ایسی صفات ہیں جو زندہ موصوف کو چاہتی ہیں کیونکہ یہ قائم بغیرہ ہیں بنفسہ قائم نہیں، علیحدہ نہیں کسی کے ساتھ ہی پائی جاتی ہیں۔

اب اس بات کی حقیقت سمجھیں کہ جو الزام امام ابوالحسن اشعری پر لگایا گیا۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اس بات کا قائل ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ایمان بھی گیا، نبوت بھی گئی، رسالت بھی گئی، علم بھی گیا، ختم ہو گیا۔

سلطان محمود نے کہا کہ اگر یہ بات جو تم کہتے ہو درست ہے تو لا تتنہ میں اس شخص کو قتل کر دوں گا کیونکہ یہ واجب القتل ہے حلال اللہ ہے اس نے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ سلطان نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے لایا جائے۔ بصرہ سے گرفتار کر کے لایا گیا۔ سلطان خود بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے غزنی میں ایک بہت بڑا دارالعلوم قائم کیا تھا۔

جب امام ابوالحسن اشعری سلطان کے سامنے پیش ہوئے تو سلطان نے پوچھا کہ نبی کریمؐ کی رسالت اور نبوت کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ مجھے آپ کے متعلق ایسا اور ویسا بتایا گیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا "کذب علی ناقد" ناقل نے جھوٹ بولا۔ میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق نبی مانتا ہوں۔

رشتہ درکار ہے

ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کے لیے رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ رابطہ کے لیے ایڈیٹر المرشد ۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ ٹاؤن شپ کو لکھیے۔

اگر کسی شخص کو تنگدستی ہو تو میری طرف سے تمام جماعت کو اجازت ہے کہ اول آخر درود شریف اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیح پڑھیں۔ انشاء اللہ کچھ مدت کے بعد یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

فرائض نماز کی ہدایت

نماز کی پابندی کرنی پڑے گی بیعت کا معنی ہی یہ ہے کہ کسی سے عہد لینا اور کسی کو عہد دینا۔ آپ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے وعدہ کیا ہے میں نے آپ سے وعدہ لیا ہے وعدہ اس لئے لیا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کی پابندی کریں گے اللہ اور رسول کے حکم جو ہیں ان کو سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ ان میں سب سے بڑی چیز نماز ہے، نماز کی پابندی کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ نماز چھوٹ جائے بلکہ سب سے بہتر یہ ہوتا ہے کہ نماز اول عمر میں ضائع ہوتی رہتی ہے۔ پہلی جو نمازیں ضائع ہو چکی ہیں ان کو لوٹانے کی بھی کوشش کی جائے ہر نماز کے ساتھ اگر ایک نماز لوٹا لی جائے قضا پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی اتنا حرج نہیں بلکہ نفل چھوڑ دینے چاہئیں اور فرائض جو ہیں جو رہ چکے ہیں ترک ہو چکے ہیں یا پہلے قضا کر چکے ہو ان کو لوٹانا چاہیے۔ نوافل کے متعلق باز پرس نہ ہو گی۔

میدان قیامت میں باز پرس نہ ہو گی کیونکہ یہ ترقی درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ فرائض کے متعلق آپ سے باز پرس ہو گی۔ آپ نے کیوں چھوڑے ہیں اور ان کی جزا سزا بھی ملے گی۔ میدان قیامت میں سب سے پہلے مسئلہ بارگاہ الٰہی میں نماز کا پیش ہو گا، فرشتے کو حکم ہو گا کیا فرائض اس کے پورے ہیں اگر پورے ہوئے تو فابھا نجات ہو گئی اگر نہیں تو نفلوں اور سنتوں کی سو رکعت ملا کر ایک رکعت فرض کی بنے گی۔ دو سو رکعت سے صبح کے دو فرض پورے ہوں گے دو رکعتیں دو سو رکعت نفلوں کی ہوں گی۔ اسی طرح علی ہذا القیاس اگر اسے نوافل اور سنتوں سے فرائض پورے ہو گئے تو فابھا نہیں تو ستر ہزار سال ایک رکعت کے بدلے میں جہنم ہے۔ سزا یہ ہے معاف کر دے تو اسے پوچھنے والا کوئی نہیں **لا یسئل عما یفعل و هم یسئلون** "مجھ سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ لیکن میں ضرور پوچھوں گا"

ولنسئلن الذین ارسل الیهم و لنسئلن المرسلین "ہم رسولوں سے بھی پوچھیں گے، ان سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجا گیا کہ تم نے کیا عمل کیا۔ تبلیغ کی انہوں نے یا جواب دیں"

اس لئے نماز کی پوری پوری پابندی کرنی، نماز دین کا ہے دیکھو نا علماء کا طبقہ کیونکہ دین کے خادم دو ہی طبقے ہیں: علماء کا یا صوفیا کا علماء بدنام ہو چکے ہیں۔ میری کوشش یہی ہے کہ اب خدا کے لیے اولیاء اللہ اور صوفیاء کی جماعت کو بدنام نہ کریں ایسا نہ ہو کہ جماعت پر طعن شروع ہو جائیں۔ یہ بے نماز ہیں یہ زانی ہیں یہ سود خور ہیں یہ جھوٹے ہیں یہ ایسے ہیں یہ ویسے ہیں، ایسا نہ ہو۔ کچھ اس کی ہیبت دل پر طاری کرنی چاہیے کہ ہیبت طاری ہو جائے کہ اللہ کے نیک بندوں کو میں بدنام کر رہا ہوں۔

تاریخ میں واقع آتا ہے کہ اورنگ زیب بادشاہ نے اعلان کیا تھا اگر کوئی شخص مجھے دھوکا دے دے میں دو ہزار سونے کی اشرفی کی دو تھیلیاں اسے دے دوں گا انعام میں۔ ایک میراثی لاہور میں رہنے والا اس نے ایک بڑی داڑھی بنائی۔ مصنوعی بڑے بڑے لمبے بال بنوا لئے بڑا پگوڑ باندھ لیا بڑی تسبیح گلے میں ڈال لی۔ عصا ہاتھ میں لے لیا اورنگ زیب کے دربار میں جا کر بیٹھ گیا۔ اورنگ زیب نے دیکھا دیکھ کر کہنے لگا تو فلاں میراثی نہیں؟ اس کا وہ داؤ تو نہ چلا اس نے وہاں سے اٹھ کر دہلی کے مضافات میں جنگل میں جا کر ایک بھورا کھود کر زمین میں گڑھا کھود کر اس میں گھاس وغیرہ ڈال کر وہاں اس نے اللہ اللہ شروع کر دی۔ اتنی اس کی شہرت ہوئی کہ آخر کار شکار کے بہانے اورنگ زیب کو بھی اس کی ملاقات کو جانا پڑا۔ اورنگ زیب جس وقت گیا تو خیمہ اس نے لگا کر پہلے وزیر اعظم کو بھیجا کہ جا اس بزرگ کو مل اور کچھ دے بھی آ۔ اس نے پانچ تھیلی سونے کی اشرفی پیش کی اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں نہیں لیتا لے جا۔ آخر کار اورنگ زیب کو خود جانا پڑا۔ اس نے بھی چار پانچ تھیلیاں سونے کی سامنے رکھ دیں۔ لیکن اس نے تھیلیاں نہ لیں۔ اورنگ زیب جس وقت آ کر

خیمے میں بیٹھ۔ وہ کہنے لگا کہ میں فلاں میراثی ہوں۔ جس وقت تم نے مجھے کہا تھا کہ تم فلانے میراثی نہیں؟ اسی وقت سے میں یہاں چلا آیا ہوں اور یہاں آکر میں نے قیام کر لیا ہے۔ اورنگ زیب نے اس سے پوچھا آپ بتائیں' آپ نے یہ جو سارا پکھنڈ بنایا ہے دو تھیلیاں سونے کی لینے کے لیے دو ہزار کی تھیلیاں لینے کے لیے آج آپ کو نو دس تھیلیاں سونے کی دے رہے تھے نہ لینے کی علت مجھے بتائیے۔

کہنے لگا بات صحیح پوچھتے ہو جس وقت سے میں آکر یہاں بیٹھا ہوں اور اللہ اللہ شروع کی ہے میرے دل و دماغ پر یہ رعب چھا گیا کہ اللہ کے بندوں کی شکل بنا کر یہ نمونہ بنا کے دھوکہ بازی نہ کرنا۔ میرے دل پر ہیبت چھا چکی ہے۔ اس لئے مجھے آپ کی تھیلیوں کی ضرورت ہے نہ کسی کی وہاں سے اس جگہ کو چھوڑ کر جگہ پر آیا ہوں۔ تو اس لئے کم از کم میرا فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے ہیں اور نام کیا ہے صوفیوں کی جماعت ہے نیکوں کی جماعت' ایسا نہ ہو کہ کام ہمارا کوئی اور ہو۔

> نماز کی پابندی پوری پوری کرنی چاہیے اس کے بعد پیٹ کو حرام سے بچانے کی کوشش کرنی زبان کو جھوٹ سے بچانے کی کوشش کرنی اور نفی اثبات' لسانی ذکر لا الہ الا اللہ کثرت سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرنا نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرنا' رات کو جس وقت سونے لگو دس دفعہ کم از کم لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ ۔ لا الہ الا اللہ پڑھ کے گیارہویں دفعہ محمد رسول اللہ ملا لو۔ سورۃ اخلاص **قل ہو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد** یہ ضرور پڑھ لیا کریں کم از کم تین دفعہ پڑھی جائے۔ زیادہ جتنی پڑھ لی جائے اور ایک تسبیح ضروری ہے استغفار کی پڑھ لیا کریں۔ اس میں بہت ساری چیزیں ہیں۔

حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا حضرت میں بہت تنگ دست ہوں کوئی کھانے پینے کی چیز میرے پاس نہیں کوئی خرچہ نہیں ہے آپ نے فرمایا استغفار زیادہ پڑھا کرو وہ چلا گیا دوسرا آدمی آیا اس نے کہا حضرت میری اولاد کوئی نہیں دعا کرو فرمایا استغفار زیادہ پڑھا کرو۔ وہ بھی چلا گیا۔ تیسرا آدمی آیا اس نے کہا قحط سالی ہمارے علاقہ میں بڑی ہے بہت ہی تکلیف ہے بارش نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا استغفار زیادہ پڑھا کرو وہ بھی چلا گیا۔ چوتھا آدمی آیا اس نے کہا کہ حضرت میرا باغیچہ سرسبز تھا پانی نہیں رہا۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے۔ اور جل چکا ہے۔ آپ نے فرمایا استغفار زیادہ پڑھا کرو۔ وہ چلے گئے۔ شاگردوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے سب کو ایک ہی بات استغفار پڑھو' استغفار پڑھو کوئی سوال تو اولاد کا کر رہا ہے' کوئی رزق کی تنگدستی کا کر رہا ہے' کوئی باغیچہ کے جل جانے کا' کوئی قحط سالی کا۔ وظیفہ ایک ہی ہے استغفار کا۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ نوح کی قوم کے حال پر استغفار کی تلقین ہے۔ چار چیزیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں اے نوح علیہ اسلام آپ ان سے کہہ دیں کہ قحط سالی میں یا تکلیف میں ہیں تو استغفار پڑھیں۔

اللہ کی بارگاہ میں کافر کفر سے توبہ کرکے استغفار پڑھیں یمددکم باموال میں ان کی امداد مال سے کروں گا۔ رزق کی تنگی نہ رہے گی' اولاد بہت دوں گا۔ اس کی اولاد بڑی کثیر تعداد میں پھیلے گی۔ آسمان سے پانی پے در پے بھیجے گا۔ اور وادیاں' ندیاں بھر بھر کے بہتی ہوں گی اور میں ان کے باغیچوں کو سرسبز کر دوں گا۔ اور نہریں جاری کر دوں گا یہ استغفار کی خاص خاص برکتیں ہیں' تنگدستی کا علاج ہے اولاد نہیں ہوتی اس کا علاج ہے ان ساری چیزوں کا علاج استغفار کا کثرت سے پڑھنا ہے یہ خاکروب ہے دل کو صاف کرنے کے لیے دل پر جو میل ہوتی ہے اس کو صاف کر دیتی ہے۔

باقی گھر والوں کو تلقین نماز کی کرنا کوئی آدمی آکے ساتھ بیٹھے اس کو تلقین کیا کریں۔ بچوں کو نماز کی لا الہ الا اللہ پڑھانا۔ ابتداء میں دین کی تعلیم' کالجوں سکولوں میں پڑھاؤں کم از کم ابتدائی دین کی تعلیم ہو۔

حصولِ تصوف

کتب تصوف کو دیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا جس طرح کتب طب میں تمام امراض کا علاج موجود ہے مگر بغیر ماہرین فن حاذق حکیم (طبیب) کے علاج ہر مرض کا محال ہے اسی طرح کتب تصوف پر ہی نہ رہا جائے۔ اس سے تصوف کا حصول محال ہے۔

سلوک کے منازل نہ ذکر لسانی کرنے سے حاصل ہوتے ہیں نہ جدا چلہ کشی کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، نہ بھوک پیاس، بے خوابی سے حاصل ہوتے ہیں نہ صرف خاموشی سے حاصل ہوتے ہیں بغیر توجہ شیخ کامل کے حصول منازل محال ہے۔

سینکڑوں چلہ کشیوں سے ایک توجہ شیخ افضل ہے سالہا سال کے مجاہدات و ریاضات شیخ کی ایک توجہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جب ریاضات و مجاہدات اور چلہ کشی کی یہ حالت ہے تو کتب بینی سے کیا حاصل۔

بیادر خدمت روشن ضمیرے
زپا افتادگان را دستگیرے
در جذبات برجانت کشاید
رہ عشاق ربانی نماند

ہمارے سلسلہ میں ذکر صرف "اللہ" کا کرایا جاتا ہے لطائف میں مراقبات میں فناء بقاء باللہ تک آیات قرآنی کا ذکر کروایا جاتا ہے۔ فنا فی الرسولؐ میں صرف درود شریف سیر کعبہ میں وہی اذکار (تلبیہ) ہیں جو حاجی ادا کرتے ہیں ان سے آگے صرف "اللہ" ہی کا شغل ہے۔

جس کو مراقبات کی نعمت سے خدا تعالیٰ نوازتے ہیں آسمان جنت دوزخ سب اس کے قدموں کے نیچے ہوتے ہیں۔ پہلی منزل سلوک آسمان سے اوپر ۳۶ ہزار سال کی راہ پر ہے۔

ذکر الٰہی خصوصاً" مراقبات میں بے حد تسکین قلبی پیدا ہو جاتی ہے جس کی شہادت قرآن نے دی ہے اور جب شیطان کی طرف سے کوئی حملہ ہوتا ہے فوری دل کو بے قراری پیدا ہو جاتی ہے جس کے لیے شریعت نے اعوذ باللہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور معوذتین وغیرہ کی تعلیم دی ہے۔

کشف کے لیے اتنا کافی ہے کہ شریعت سے متصادم نہ ہو کہ اس کا اثبات بھی دلیل سے کیا جائے کشف کا مثبت بالنص ہونا ضروری نہیں عدم تصادم ضروری ہے۔

سلوک میں مراقبہ احدیث سے فناء فی اللہ اور بقا باللہ تک یہ بنیادی منازل سلوک کے ہیں جن میں ایک اہم منزل فنا فی الرسول ہے جسے یہ حاصل نہیں جو بنیادی منازل میں سے ہے اس کو سلوک کے بالا منازل کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں جو منازل ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جس شیخ کو قلب بھی نہیں ہوتا۔ وہ کاملیت کا مدعی بن کر بیعت کرنے کے لیے کس طرح ہاتھ بڑھاتا ہے۔ خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ القول الجمیل میں شیخ کامل کی شرائط کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ (شرط سوم)

وان یکون مواظبا علی تعلق القلب باللہ سبحانہ و کان بلا داشت لہ ملکتہ راسختہ"۔۔۔

اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "التفات دائمی است سوئے ذات بے چون و بے چگوں درہمہ اوقات در نشست و برخاست و عروض مکا

بس و مصائب واقعات خوردن و آشامیدن بحیثیت کہ ہیچ امر مانع التفات نہ گردد الخ

تعلق باللہ دائمی سوائے فنا و بقا کے محال ہے اور فنا و بقا کا موقوف علیہ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ارتباط قلبی کی بناء پر ہو گا کہ گو مرید کو جو کچھ فیض ہوتا ہے وہ شیخ کی روحانیت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سلسلہ آگے چلتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر منتہی ہوتا ہے اور یہ ماخوذ ہے حدیث سے

اور "یاداشت" ماخوذ ہے قرآن سے فرمایا **یذکرون اللہ قیاما" و قعودا" و علی جنوبھم**۔ یعنی ہر حال میں تعلق باللہ قائم رکھتے ہیں۔

کنوں وقت است شواز خواب بیدار
ولت بایار بندو دست درکار

ربط القلب بالشیخ تصوف میں حصول فیض کے لیے ایک بنیادی و اہم مسئلہ ہے اسی طرح ربط القلب بالرسول اس سے بھی اہم ہے اللہ اور مخلوق کے درمیان حصول فیض کا واسطہ ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب آپ عالم دنیا میں تھے تو کامل و اکمل مومن وہی تھا جس نے بخوشی دل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔۔۔۔ اب آپ عالم برزخ میں بھی زندہ ہیں حقیقی حیات سے شیخ کامل و اکمل وہی ہے جو عالم برزخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مرید کو داخل فرمائے۔ **لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرہ' و ان اللذین یبایعونک انما یبا یعون اللہ فوق ایدیھم** کا مصداق روحانی طور پر بنا دے جس میں رضا الٰہی ہے

جو شیخ واصل رسول نہیں بنا سکتا وہ واصل باللہ کب بنا سکتا ہے جس شیخ میں ملکہ "یاداشت" نہیں وہ کامل نہیں ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں' برزخ میں آخرت جنت میں دائمی زیارت (معیت) نصیب فرمائے جس کے وسیلہ سے ہمیں خدا کی ذات تک رسائی ہوئی۔

شریعت و طریقت

(ا) شریعت نام ہے کل اور مجموعہ احکام کا۔ سارے کے سارے احکام، (مجموعہ احکام) جو ہیں ان سب کو شریعت کہا جاتا ہے، خواہ ان احکام کا تعلق امور باطنہ سے ہو یا امور ظاہرہ کے ساتھ۔

علماء متقدمین اور تمام صوفیاء اس بات پر متفق ہیں کہ "شریعت" لفظ "فقہ" کے مترادف ہے چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ کی تعریف ہی یہ کی ہے معرفتہ **النفس مالها و ماعليها** (نفس کی پہچان! جو اس کے نفع کی چیز ہے یا نقصان کی چیز ہے) اس لئے مجموعہ احکام ظاہری اور باطنیہ اعمال بھی سارے کے سارے اس میں آ گئے۔ متاخرین علماء نے اس کی تقسیم یوں کی ہے احکام ظاہری پر انہوں نے فقہ کا اطلاق کر دیا اور جن امور کا تعلق باطن سے ہے ان پر تصوف کا اطلاق کر دیا۔ اسلام سے باہر تو کوئی چیز نہیں، یہی شریعت ہے یہی حقیقت ہے، یہی سب کچھ ہے۔ اسی کو شریعت کہتے ہیں۔

(ب) طریقت: ان وسائل، ذرائع اور طرق کا نام ہے جن کے ذریعہ سے احکام ظاہری یا احکام باطنی حاصل کیے جائیں۔ مثلاً" درس تدریس، پڑھنا پڑھانا، تصنیف کرنا، لکھنا، تبلیغ کرنا، کسی سے پوچھ لینا۔ یہ رستے اور ذرائع ہیں شرعی احکام تک پہنچنے کے، انہیں طریقت کہا جاتا ہے (طریقت کہتے ہی رستے کو ہیں یعنی اس راہ پر چل کر کسی چیز کو حاصل کرنا۔ انسان ہمیشہ کسی مقصد کے لیے حرکت کرتا ہے) اسی طرح باطنی امور یعنی تصوف میں لطائف کرنا، مراقبات کرنا وغیرہ۔

اصل تصوف ہے رضائے الہی کا نام، اللہ کی رضا حاصل کی جائے اللہ کی محبت حاصل کی جائے، اس کی رضا کس امر میں ہے، اور وہ ناراض کس بات میں ہے (اسے حاصل کیا جائے) تصوف اس چیز کو کہتے ہیں یہ نہیں کہ کوئی چیزیں دیکھ لیں، کشف ہو گیا، الہام ہو گیا۔ تو یہ سمجھنے لگے کہ میں صوفی بن گیا، بڑی چیز بن گیا، نہیں بلکہ تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ رضائے الہی حاصل کی جائے، یہ دیکھنا کہ اللہ کی محبت کس طرح حاصل ہو اللہ کی رضا کس چیز میں ہے---۔ اللہ کی رضا اس کی عبادت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔ قال تعالےٰ: **قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله**۔ اگر آپ اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو اور اللہ کو محبوب بنانا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو۔" یہ طریقت ہے۔

حقیقت: اب ذرا غور کریں کہ حقیقت کس کو کہتے ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ کسی چیز کی صورت حاصل ہو جائے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی حقیقت واضح ہو جائے۔ مثال کے طور پر صوفیائے کرام یہ کہتے ہیں کہ نماز کی صورت جو ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ حقیقت تک رسائی کم ہے ایمان کی صورت حاصل ہے، حقیقت حاصل نہیں ہے جس سے آدمی مسلمان بن جاتا ہے مومن بن جاتا ہے۔ دین دار بن جاتا ہے اب ذرا صورت اور حقیقت کا مفہوم سمجھ لیں۔ "علم

کہتے ہیں"
حصول صورۃ الشی فی الذہن (یعنی صورت چیز کی ذہن میں آجائے' یا قبول النفس تلک الصورۃ (یا نفس اس صورت کو قبول کر لے) اسے علم کہتے ہیں کہ صورت کا حاصل ہو جانا۔ ایمان کی صورت آ گئی' روزے کی صورت آ گئی' کلمے کی صورت آ گئی۔ حقیقت کیا ہے؟---- مثال کے طور پر کوئی شخص کہتا ہے کہ ڈی' سی فلاں مقام پر آگیا ہے ہم نے اس کی بات تسلیم کر لی' یہ ایمان تقلیدی ہے کہ اس کی بات سن کر قبول کر لی۔ عوام کا ایمان جو ہے تقلیدی ہے' تقلیدی ایمان تشکیک مشکک کے ساتھ زائل ہو جاتا ہے' کسی نے شک و وہم میں ڈالا تو اس کو چھوڑ بیٹھا۔ عوام کی گمراہی کا سبب کیا ہے' جیسی صحبت ملی ویسے ہو گئے' کسی بدعتی گمراہ سے ملے اسی سے متاثر ہو گئے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔ اس لئے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اطمینان پورا نہیں ہوتا۔ خبر دینے والے نے خبر دی دوسرے نے کہا غلط کہتا ہے جھوٹ بول رہا ہے' شک پیدا ہوا' یقین رخصت قصہ ختم' یہ ہے تقلیدی ایمان کی مثال---- دوسرا استدلالی جو دلائل سے ثابت ہو مثلاً" ایک آدمی اس مقام پر گیا اس نے دیکھا کہ موٹریں کھڑی ہیں' پولیس موجود ہے' لوگ جمع ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی آیا ہے کیونکہ دلائل موجود ہیں۔ یہ ایمانی استدلالی ہے---- کشفی ایمان یہ ہے کہ اندر چلا جائے اور بچشم خود دیکھ آئے کہ وہ آدمی کرسی پر بیٹھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ------ اندر جا کر خود دیکھ آئے۔ تم جھوٹ بولتے ہو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔

گمراہی کا سبب یہ ہے کہ مسلمان حقیقت تک نہیں پہنچا۔ اگر حقیقت تک رسائی ہو جاتی تو پھر کوئی طاقت اسے گمراہ نہ کر سکتی(افسوس تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت میں بھی نہیں جاتے جہاں سے یہ گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے' یقین و ایمان کی دولت لازوال ملتی ہے) اسے کہتے ہیں حقیقت یعنی (انتہا تک پہنچنا)

معرفت سے مراد ہے پہچان لینا۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ رستے میں جو کچھ ہے اس کے اسباب پہچانے گئے ہیں۔ یہ معرفت ہے---- مگر میری تحقیق یہ ہے کہ جس کو جس وقت وہ چیز پوری حاصل ہو جائے معرفت حاصل ہو گئی---- شریعت' طریقت' حقیقت' معرفت کی انتہا تک پہنچنا اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ جسے یقین اور اطمینان ہوتا ہے وہ اس تک پہنچتا ہے
واعبد ربک حتی یا تیک الیقین۔

حدیث جبرائیل میں احسان کو جزو دین کہا گیا ہے۔ اس لیے اس کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے احسان صرف جزو دین ہی نہیں بلکہ دین کی روح اور خلاصہ ہے جس نے اسے حاصل نہ کیا اس کا دین ناقص ہے کیوں کہ احسان کی حقیقت یہ بیان ہوئی ہے کہ **تعبد ربک کا نک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک**' حدیث میں دین کے تینوں اجزاء کا ذکر ہے' ایمان جو اصلی ہے۔ اعمال جو فرع ہیں اور احسان جو ثمرہ ہے' اسے چھوڑ دینا ایسا ہے جیسے ایک شخص مغرب کی نماز میں فرض کی دو رکعت پڑھ کر سمجھے کہ میں نے نماز مکمل کر لی یا وتر کی تین رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کی نماز نہ ہو گی۔اسی طرح احسان چھوڑ دینا دین کے ایک عظیم جزو کو ترک کرنا ہے۔ اس لیے دین ناقص رہ جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ درجہ احسان صرف صحبت رسولؐ سے حاصل ہو جاتا تھا صرف فرائض کی پابندی کے ساتھ صحبت رسولؐ شامل ہو گئی تو درجہ احسان حاصل ہو گیا اور وہ بھی اس پائے کا کہ بڑے سے بڑا ولی کسی بھی صحابیؓ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب آفتاب نبوت اوجھل ہو گیا تو مجاہدات و ریاضات کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ دین کا یہ اہم حصہ جو دین کا ماحصل کمال کا اعلی درجہ اور مقصود لذاتہ ہے حاصل ہو سکے۔
رہا دو وقت ذکر کرنے کا سوال تو یہ نص سے ثابت ہے۔

قال تعالیٰ: انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورة

"ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں۔ یہی اور پرندوں کو بھی جو کہ جمع ہو جاتے تھے۔"

۲۔ واذکر ربک فی نفسک تضرعا" و خیفتہ" و دون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغافلین۔

"اور اے مخاطب صبح و شام اپنے رب کی اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کیاکر اور اتنی آواز کے ساتھ جو پکار کر بولنے سے کم ہو اور غفلت شعار لوگوں میں سے نہ ہو جائیو"

اس حقیقت کو کشف صحیح کی تائید بھی حاصل ہے۔ اولیاء نے ان آیات سے دو امور ثابت کئے ہیں۔

اول: اجتماعی ذکر' اس میں ذاکرین کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر پڑتا ہے جس سے نحوست دور ہوتی ہے۔ قلب میں انبساط پیدا ہوتا ہے۔ ہمت قوی ہو جاتی ہے اور اس اجتماعی ذکر سے جو تاثر باطن میں پیدا ہوتی ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ یہ کیفیت چشیدنی ہے گفتنی نہیں۔

دوم: صبح و شام ذکر کرنے کا حکم' آخری بات یہ نکلی کہ جو شخص اس طرح ذکر نہیں کرتا وہ خدا سے غافل ہے اور ظاہر ہے کہ خدا سے غافل ہو جانے سے بڑھ کر محرومی اور کیا ہو سکتی ہے اور اس غفلت سے دین میں جو نقص پیدا ہو جاتا ہے اس میں کلام کی گنجائش کہاں ہے۔

اجتماعی ذکر کے سلسلہ میں حدیث صحیح موجود ہے۔

"لا یقعد قوم یذکرون اللہ الاحفت بھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمتہ و تنزل علیھم السکینتہ ھم قوم لا یشقی جلیسھم"

اس میں اجتماعی ذکر کا ثبوت موجود ہے۔ پھر اس نعمت کا ذکر ہے کہ اس مجلس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں رحمت باری اور سکون قلبی نازل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس مجلس میں بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہ سکتا۔ مختصر یہ کہ ذکر کا مامور من اللہ ہونا اور صبح و شام اہتمام سے ذکر کرنا نص سے ثابت ہے۔ اس طرح ذکر کرنا بھی عمل بالکتاب والسنت ہے ان کو ایک دوسرے سے جدا کیوں سمجھا جائے۔ حدیث جبرائیل سے ظاہر ہے کہ عقائد (ایمان) اور اعمال (اسلام) کے علاوہ بھی دین کا ایک حصہ ہے۔ جس کا پورا کرنا اور اس فرض کو بجا لانا ضروری ہے جسے احسان کہا گیا ہے۔ اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ معلوم ہوا انسان کامل طور پر عامل بالکتاب والسنت ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک ذکر کثیر بالعموم اور صبح و شام ذکر بالخصوص اہتمام سے نہ کرے۔

کوئی علم یا فن کسی استاد کی شاگردی اختیار کئے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کا صحیح فہم حاصل کرنا کامل اور ماہر استاد کے تعلیم دینے پر موقوف ہے۔ محض کتابوں کے مطالعہ سے کتاب اللہ کے اسرار اور سنت رسولؐ کی حقیقت میں سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ پھر اس کلیہ سے تصوف کو مستثنیٰ کیوں کیا جائے اس کے سیکھنے کے لیے مرشد کامل کی ضرورت کا انکار کیوں کیا جائے۔ جب کہ وہی اس فن کے سکھانے کی مہارت اور اہلیت رکھتا ہے۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ حالات' واردات' کیفیات اور روحانی ترقی کے لیے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز ہی نہیں کیوں کہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع ہی نہیں کئے۔ یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ شیخ کے باطن سے اور اس کی روح سے حاصل ہوتے ہیں جس نے ولایت اور معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ شیخ کامل ہو اور دل کا اندھا نہ ہو۔ قوی القلب ہو جس کے قلب کے انوار اتنے قوی ہوں کہ سالک کی روح اور اس کے باطن کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

اولیاء اللہ کے ارواح سے ان کی قبور سے فیض حاصل کرنا اور اہلسنّت والجماعت کا اجتماعی مسئلہ ہے اس کے متعلق

سوال کرنا مذہب اہلسنت سے نا واقفیت کی دلیل ہے۔ رہا بعد الدارین کا اشکال تو یہ بعد جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں معراج کی متواتر احادیث کیا آپ کے پیش نظر نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا اہل برزخ کو دیکھا۔ ان کو راحت کی حالت میں بھی دیکھا اور معذب بھی دیکھا۔ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات بھی ہوئی۔ انبیاء کی امامت بھی کرائی۔ ان سے کلام ہوئی۔ حالانکہ وہ برزخ میں تھے۔ اور حضور دنیا میں تھے گو اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاء کے ارواح حاضر ہوئے یا روح مع الجسم۔ میں ذاتی طور پر امر ثانی کا قائل ہوں دیکھئے حضرت موسیٰ سے کتنا فیض ہوا کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کیا اس کے بعد بھی روح سے فیض لینے میں شبہ رہ سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ سالک روح کو دیکھتا ہے کلام کیوں کر ہوتی ہے۔ فیض کس طرح ہوتا ہے جواب کیسے ہوتے ہیں۔ روح کی حیات کس طرح کی ہے وغیرہ تو یہ چیزیں بتائی نہیں جا سکتیں البتہ سیکھی اور سکھائی جا سکتی ہیں۔

میں تصوف کو جزو دین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ جسے سلوک سیکھنا ہو بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ رہے۔ جو میں پیش کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ یہ دکھا دوں گا کہ روح سے فیض کیسے اخذ کیا جاتا ہے وہ شخص روح سے کلام کر لے گا۔ قبر کے عذاب و انعام کو دیکھ لے گا۔ انبیاء کی روحوں سے ملاقات کر لے گا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرا دوں گا۔ بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو، خلوص لے کر آئے پھر سماع موتی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ گو دلائل بعید بھی سماع کے موید ہیں۔ ان کا انکار صرف جاہل اور ضدی ہی کر سکتا ہے۔

دور صحابہؓ میں کشف و الہام بغیر ریاضت اور مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا تھا۔ صاحب۔ صحبت رسولؐ کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

حیات روح کی حقیقت یہ ہے کہ روح کی حیات نور سے ہے جس طرح روح محرک بدن انسانی ہے اسی طرح نور محرک روح ہے اور محرک نور ذات باری تعالیٰ ہے۔ روح کے بدن سے جدا ہونے سے تصرف و تدبیر کا تعلق بدن سے ختم ہو جاتا ہے اس جدائی کو موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ روح فانی نہیں، روح کی فنا آنی ہے اور بقا زمانی ہے۔

کل نفس ذائقۃ الموت کی حقیقت بھی سمجھ لیں، قانون ہے ذائق، مذوق کے بعد زندہ رہتا ہے۔ جیسے انسان ذائق ہے اور روٹی مذوق، روٹی کھائی گئی انسان زندہ موجود ہے اسی طرح روح ذائق ہے اور موت مذوق ہے۔ اس لیے موت کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔

معلوم ہوا کہ روح زندہ ہے جو کمالات اسے دنیا میں حاصل ہوتے ہیں۔ جسمانی موت کے بعد روح سے چھین نہیں لیے جاتے جو علم اس نے دنیا میں حاصل کیا تھا برزخ میں اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ حاصل کرنے والا برزخ سے روح کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی قوت رکھتا ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کی تعداد میں کمی کی درخواست کرنے اور کم کرانے کا فائدہ حاصل ہوا تھا۔

فنا فی الرسول" فنا فی اللہ اور بقا باللہ سلوک کے وہ منازل ہیں کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان منازل کے حصول کے لیے سچی تڑپ انسان کی سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے مگر یہ منازل صرف زبانی اوراد و وظائف سے حاصل نہیں ہوتے، یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اور صرف ذکر لسانی سے تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن نہیں ہو پاتا بلکہ ان منازل کے حصول کے لیے دوسری شرائط ہیں۔ سب سے پہلے اصلاح قلب کی ضرورت ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے۔ اتباع شریعت اور اتباع سنت کا

اہتمام کیا جائے۔ اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

شیخ کامل میسر آجائے تو اتباع سنت کا اہتمام لازمی طور پر کیا جائے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفےٰ

شیخ کامل اس راہ پر اس ترتیب سے چلاتا ہے کہ سب سے پہلے لطائف کرتا ہے جب وہ منور ہو جاتے ہیں تو مراقبہ احدیث کراتا ہے۔ جب یہ رابطہ خوب مضبوط ہو جائے تو شیخ اپنی روحانی قوت سے مراقبہ معیت پھر مراقبہ اقربیت کراتا ہے۔ پھر دوائر ثلاثہ پھر مراقبہ اسم الظاہر و الباطن۔ یہ مراقبات عالم ملکوت سے گزر کر شیخ کامل کراتا ہے۔ پھر مراقبہ سیر کعبہ، پھر سیر صلواۃ پھر سیر قرآن، اس کے بعد مراقبہ فنا فی الرسول کراتا ہے اور دربار نبوی میں حاضری ہوتی ہے۔ فنا فی الرسول کا اثر یہ ہے کہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی سیرت میں فنا ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ کامل توجہ روحانی سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف ذکر لسانی سے حاصل نہیں ہو سکتیں بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے ذکر قلبی کرنے سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں،

مراقبہ فنا بقا میں عجیب سی کیفیت ہوتی ہے۔ سالک کا وجود زمین پر ہوتا ہے اور وہ روحانی طور پر یوں محسوس کرتا ہے کہ عرش بریں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بسجود ہے اور سبحان ربی الاعلیٰ اور سبحان ربی العظیم کہہ رہا ہے۔ عرش معلیٰ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کا محیط ہے۔ وہ انوار و تجلیات سرخ سنہری معلوم ہوتے ہیں۔ کائنات کی کیفیت یوں معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز شجر حیوان ملائکہ سبحان ربی الاعلیٰ اور سبحان ربی العظیم پکار رہے ہیں۔ ایک گونج اٹھتی ہے اور سالک پر سب چیزوں سے غفلت طاری ہو جاتی ہے۔

کائنات کی ہر چیز کا تسبیح و تحمید کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں قد فطراللہ الجمادات علی تسبیحہ و تحمیدہ و تنزیہہ لطفا و تسبیحا۔ تسبیح حقیقی۔

ملائکہ حیات، شیاطین اور روح سے ہم کلام ہونا سلوک کی ابتدائی باتیں ہیں۔ ہاں اس سلسلے میں طبائع انسانی کے اختلاف کی وجہ سے نتائج بھی مختلف ہوتے ہیں بعض سالک ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں سلوک میں منازل بالا حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ عالم امر اور عالم حیرت کے منازل بھی طے کر لیتے ہیں مگر انہیں مشاہدات نہیں ہوتے۔ یہ بھی اللہ کی شان ہے اور اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں بالکل ابتداء میں مشاہدات کی نعمت عطا فرما دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو رویت اشکال کا مراقبہ بھی کرایا جاتا ہے۔ اس مراقبہ میں روح کی اصل شکل جو بعد موت ہو گی سامنے آجاتی ہے۔ اس مادہ پرستی کے دور میں بہت کم ایسے آدمی ملتے ہیں جن کی روح انسانی شکل پر ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

جمادات اور اشجار کو تسبیح و تہلیل تحمید و تنزیہہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ اپنا مقصد تخلیق پورا کر رہے ہیں مگر انسان جو معرفت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ خدا سے غافل ہو گیا ہے۔

انسان اگر اپنا مقام پہچان لے اور قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول میں لگ جائے تو اس کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن جائے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے۔ یہ خیال رہے کہ مشاہدات و مکالمات اور مکاشفات کا حاصل ہو جانا یا جمادات اور ارواح سے کلام کر لینا کمال کی چیز نہیں۔ اصل کمال قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول پر موقوف ہے۔ اللہ کی اطاعت اور عبادت پر، اس لئے صوفی کامل کے لئے ضروری ہے کہ مشاہدات وغیرہ تمام چیزوں سے صرف نظر کرتا ہوا اپنی منزل مقصود یعنی قرب الٰہی کی طرف بڑھتا چلا جائے اور یہ مقصد شیخ کامل کی رہبری سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

علمِ غیب، کشف اور کفر کے فتوے

صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کو ذکر الٰہی، مجاہدہ اور ریاضت کے ثمرہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکاشفہ اور مشاہدہ کی جو نعمت عطا ہوتی ہے تاریخ تصوف اس سے بھری پڑی ہے مگر کچھ لوگ جنہیں ان مقدس ہستیوں سے خدا واسطے کا بیر ہے ان کے اس وصف کا انکار کرنے کے لیے راہیں نکال لیتے ہیں۔ ان کی اس کوشش کی ایک صورت یہ سوال ہے کہ قرآن کریم نے علم غیب کی مخلوق سے نفی کی ہے۔ صرف رسولوں پر اظہار فرمایا ہے۔ اور رسولوں کے بغیر کسی کو اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ فلا یظہر علی غیبہ احدا" الا من ارتضی من رسول الخ اور کشف قبور ہونا علم غیب ہی تو ہے اور کشف قبور کا دعویٰ کرنا علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے اور یہ کفر ہے یعنی کشف ہی شرک ہے۔

اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ اس لئے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

تعریف علم غیب لا یعرف بالحواس ولا بیداھتہ العقل

یعنی علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو حواس ظاہری و باطنی اور عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ باخبار اللہ یا باعلام اللہ یا باخبار الرسول حاصل ہو۔ جو علم حواس یا عقل سے حاصل ہو گیا وہ غیب نہ رہا۔

آیت کا مفہوم اس میں علم یقینی قطعی کی نفی ہے جو انبیاء کو علم بذریعہ وحی وغیرہ دیاجاتا ہے علم ظنی کی نفی نہیں ہے اور علم قطعی استقلالی کی نفی ہے غیر استقلالی کی نفی نہیں۔ اس علم کی نفی ہے جس سے کلیات و جزئیات کا احاطہ ہو جائے جزوی واقعات کی نفی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص استقلالی، قطعی یقینی علم کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ یعنی ایسا شخص علم ذاتی کا قائل ہے کسی ذریعہ، واسطہ اور وسیلہ کا قائل نہیں ہے مگر جو شخص اس بات کا بھی منکر ہو کہ جزوی واقعات کا علم کسی واسطہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا تو اسے اپنے متعلق خود سوچنا چاہیے کہ وہ کیا ہے؟ مثلاً" حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کی ملاقات کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل سے موجود ہے یہ جزوی واقعات حضرت خضر پر منکشف ہوئے مگر حضرت موسیٰ پر نہ ہوئے تو کیا اس کے انکشاف کو علم غیب کہیں گے؟

علامہ شامی نے رسالہ "الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد نقشبندی" ۳۱۳۴ پر ان دو آیتوں پر بحث کی ہے۔

اول: فلا یظہر غیبہ احدا○ الخ

دوم: وعندہ مفاتح الغیب الخ

فرماتے ہیں۔

"یہ دو آیتیں جو سوال میں مذکور ہیں منافی نہیں۔ کیونکہ انبیاء اور اولیاء کو علم ہوتا ہے یہ باعلام اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مطلع فرماتا ہے اور ہمیں اس امر کا علم انبیاء اور اولیاء کے بتانے سے ہوا۔ یہ علم باری تعالیٰ کے علم کے سوا ہے جس میں ذات باری منفرد ہے۔ علم باری اس کی صفات سے ایک صفت ہے جوقدیم ہے ازلی ہے ابدی ہے جو تغیر و تبدل، حدوث، نقص، مشارکت اور تقسیم سے پاک ہے۔ بلکہ وہ علم واحد ذاتی ہے اس ایک علم سے تمام معلومات کلیات و جزئیات ماکان و مایکون کو جانتا ہے جو نہ ضروری ہے نہ کسبی ہے نہ حادث ہے بخلاف علم تمام مخلوقات کے۔ جب یہ مقرر ہو گیا تو

علم باری تعالیٰ جسکا ذکر ہوا جس علم سے باری تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے اس علم میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ علم غیب ہے جس پر وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس علم قدیم ذاتی کے بغیر جزوی واقعات کے علم جو انبیاء اور اولیاء کو ہو جاتا ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہوتا ہے اس لیے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ اس علم پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ انبیاء اور اولیاء قدرت نہیں رکھتے کہ استقلالی علم پر قادر ہوں پھر جو علم انبیاء اور اولیاء کو دیا گیا اس سے کوئی محال لازم نہیں آتا۔ اس جزوی علم کا انکار کرنا محض عناد اور ضد کی وجہ سے ہے۔ اس جزوی علم سے علم باری میں شرکت لازم نہیں آتی ہے۔ جس علم میں وہ منفرد ہے جس علم سے اس کی مدح کی جاتی ہے۔ جس علم سے وہ ازل میں متصف ہوا ہے۔"

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ علم غیب کی تعریف کیا ہے اور اس کا اطلاق کس علم پر ہوتا ہے۔

امام رازی نے یہی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے۔
تفسیر کبیر: جلد ٦ صفحہ ٦

"خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ لذاتہ عالم ہے تمام معلومات کا عالم ہے تمام اوقات میں عالم ہے۔ علم واحد سے تمام معلومات کو جانتا ہے یہ علم متغیر نہیں ہوتا یہ علم ذات باری کو لازم ہے۔ علم باری تعالیٰ حدوث و امکان سے پاک ہے۔ انسان بلکہ تمام ذی عقل مخلوق رب العلمین کے علم میں شریک نہیں سوائے اس کے نفس علم یا مطلق علم میں بھی صرف اسم علم میں اشتراک ہے۔ پھر یہ مطلق علم بھی باری تعالیٰ اور مخلوق میں نصف نصف ہے۔"

امام رازی کی اس مثال کی تفصیل یوں سمجھئے کہ علم کے کل چھ حصے کیجئے۔ پانچ حصے علم باری تعالیٰ ہے چھٹے حصے میں پھر نصف کے برابر گویا باری تعالیٰ کا علم ہے اور نصف باقی پوری کائنات میں تقسیم کرو۔ مخلوق کو ریت کے ذرے کے برابر بھی شاید نہ بنے' پھر وہ ذرا بھر علم جو مخلوق کو عطا ہوا اس کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کا علم۔

(۱) ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔
(۲) مخلوق اس علم پر خود قادر نہیں۔
(۳) یہ علم حادث ہے خواہ حصولی ہو یا حضوری۔
(۴) اس علم میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔
(۵) یہ علم کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً وحی' کشف' الہام' خواب' تجربہ وغیرہ۔
(٦) مخلوق ایک علم سے تمام کائنات کو نہیں جانتی اور ہر وقت نہیں جانتی۔

اس کے برعکس خالق کے علم کی خصوصیات یہ ہے کہ:۔

(۱) علم باری تعالیٰ الذاتہ ہے کسی کا عطا کردہ نہیں۔
(۲) حضوری قدیم ہے حصولی نہیں جیسا اس کی ذات قدیم ہے۔
(۳) باری تعالیٰ اس علم پر خود قادر ہے۔ مخلوق میں صفت قدرت مفقود ہے وہ محتاج ہے۔
(۵) باری تعالیٰ ایک علم سے تمام معلومات کا عالم ہے۔
(٦) باری تعالیٰ تمام اوقات میں تمام معلومات کا علم رکھتا ہے۔

خالق اور مخلوق کے علم کی ان خصوصیات کو سامنے رکھیں اور سوچیں کیا کوئی ذی ہوش انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ مخلوق اپنے خالق کے علم میں شریک ہے اور اگر کوئی کہہ دے تو اس کے کفر میں شک کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

علمائے ظواہر کا مذہب اور عقیدہ واضح طور پر سامنے آ گیا۔ اب صوفیاء کرام کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ ذات باری کی طرف علم حصول کی نسبت کرنا کفر ہے اس طرح علم حضوری حادثات کی نسبت کرنا بھی کفر ہے۔ رہا علم حضوری قدیم تو صوفیہ کے نزدیک یہ بھی درجہ اتحاد و عینیت میں ساقط ہے۔ حضوری قدیم بھی نسبتین کو چاہتا ہے اور عینیت و اتحاد ذاتی اس کے منافی ہے اس کی ذات قدیم' اس کا علم قدیم اور عین ذات باری ہے تو پھر درجہ حضور بھی ساقط ہوا۔

کشف قبور یا کلام بالروح علم کا واسطہ یا ذریعہ ہے۔ جیسے الہام و القاء ان واسطوں سے جو علم حاصل ہوا وہ پہلے نہ تھا اس لیے کشف قبور سے جو علم حاصل ہوا وہ حادث بھی ہوا اور حصولی بھی اور اوصاف باری تعالیٰ میں اتحاد و عینیت یہ ہے تو

شراکت ہے لازم آئی اور شرک کا فتویٰ کہاں سے ٹپک پڑا۔ اشتراک ہے تو صرف لفظی اور نام میں نہ کہ ماہیت اور ذات میں اس لئے کشف قبور یا کلام بالروح کو شرک قرار دینا محض جہالت اور نری حماقت ہے۔ یہ ہمارے حال کے ماہرین شغل تکفیر ایک اور پینترا بدلتے ہیں کہ روح سے اخذ فیض تو استمداد بغیر اللہ شرک ہے۔ للذا روح سے اخذ فیض بھی شرک ہے۔

حقیقت میں یہ بات کہنا بھی صرف جہالت کا فیض ہے ورنہ بات تو صاف ہے کہ روح زندہ ہے اس کے لئے نہ موت ہے نہ فنا۔ ہاں مشرکین عرب کا عقیدہ یہی تھا کہ بدن کی موت سے روح پر بھی موت آ جاتی ہے اور اگر کوئی توحیدی یہ عقیدہ اپنا لے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ البتہ قرآن حکیم ن اس کی تردید فرما دی اور فرمایا کہ موت خود عدمی چیز نہیں اور روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے جب روح زندہ ہے تو وہ تمام کمالات جن سے وہ متصف تھا بدن کی موت سے روح سے کیوں چھن گئے۔ اس حقیقت سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے کہ بدن کی موت سے روح کے کمالات زائل نہیں ہو جاتے۔ اس لئے روح سے اخذ فیض، زندہ سے اخذ فیض ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو کیا علماء کے پاس جا کر تعلیم حاصل کرنا شرک قرار پایا اور یہ تمام دارالعلوم شرک کے مراکز ٹھہرے اور تمام علماء مشرک قرار پائے بلکہ یہ شرک کا فتویٰ دینے والے پہلے خود برسوں شرک میں مبتلا رہ کر جب سند لے کر نکلے تو دوسروں کو مشرک کہنے کا مشغلہ اختیار کر لیا۔ ان حضرات کو کون بتائے کہ روح سے اخذ فیض اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور روح ہی حصول علم باطنی کا سبب ہے جو علم ماتحت اسباب ہو اسے شرک وہی کہے گا جو توحید کی حقیقت سے آشنا تک نہ ہو۔

موسیٰ عالم برزخ میں تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے مشورہ دیا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ یہی فیض ہے۔ اس کو شرک وہی کہے جو "پکا توحیدی" ہو سیدھا سادا مسلمان کہاں یہ جرات کر سکتا ہے۔

ایسی باتیں کہنا دراصل ایک چھپے ہوئے مرض کی علامات سے ہے جسے حسد کہتے ہیں اسی مرض نے مشرکین کو انبیاء کرام سے اخذ فیض سے محروم رکھا علامہ شامی نے فرمایا۔

"حسد کے مرض نے کفار و مشرکین کو انبیاء کے معجزات کے انکار پر ابھارا حتیٰ کہ ان کفار نے حضرات انبیاء کو ساحر، مجنون، شاعر اور کاہن تک کہا اور یہ کہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں اور کس طرح ان فتویٰ بازوں کے لیے جائز ہے کہ موحدین پر فتویٰ کفر لگائیں جس کی بناء محض فاسق فاجر لوگوں کی خبروں پر یا حسد پر ہو، تو یہ حسد ان کے دین کو بگاڑ دے گا بلکہ ایمان کو فاسد کر دے گا جیسے ایلوا شہد کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔

ان فتویٰ بازوں نے اس جوان پر حسد کیا جب اس کی عظمت تک نہ پہنچ سکے۔ یہ سب اس جوان کے دشمن اور جھگڑالو ہیں۔ جیسے کسی حسینہ جمیلہ کو اس کی سوکنیں حسد کی بناء پر کہتی ہیں کہ یہ پست قامت ہے یہ فتویٰ باز اپنی پھونکوں سے نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اس کی تکمیل کا ارادہ کر چکا ہے۔

اس امر میں شک نہیں کہ ہمیشہ اہل کمال سے ہی حسد کیا جاتا ہے اور ان فضائل کو صرف رذیل انسان ہی نہیں مانتا۔"

پھر اسی کتاب میں فرمایا:۔

"اور کشف و کرامات کا انکار ان جاہلوں سے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان نفس پرستوں نے ان چیزوں کو اپنے اندر موجود پایا نہ اپنے گمراہ کنندہ اساتذہ سے سنا وہ استاد جو اپنے طور پر سمجھتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ باوجود عبادت میں کوشش کرنے کے وہ صاحب کرامات اولیاء اللہ کے چمڑے کاٹنے لگے اور ان کا گوشت کھانے لگے۔"

یعنی ان فتویٰ بازوں کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی کوتاہ فکری اور بے عملی کی وجہ سے "انگور کھٹے" کہہ کر اہل حق پر طعنہ زنی کرنے لگتے ہیں اور کفر و شرک کی رٹ لگانے لگتے ہیں کیونکہ ان کے دل و دماغ میں یہی کچھ بھرا ہے لطف یہ ہے کہ جو آدمی لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ نماز کا پابند ہے۔ روزہ رکھتا ہے، حج کا قائل ہے۔ زکواۃ دیتا ہے۔ آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے۔ انبیاء، ملائکہ، قیامت، عذاب و ثواب، حساب، میزان، جنت دوزخ پر ایمان رکھتا ہے۔ ذکر الہیٰ میں مشغول ہے ضروریات دین کا قائل ہے۔ اسے تو یہ لوگ کافر اور مشرک

کہتے ہیں۔ اس لیے ان کے اصول کے مطابق مومن اور موحد وہ ہوا جو ان سب باتوں کا انکار کر دے اور تمام اعمال سے دست بردار ہو جائے۔ گویا ان فتوی بازوں کی شریعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے دین' اسلام کا نام ہی شرک ہے۔ پھر اسلام کہاں سے تلاش کریں۔ علامہ شامی نے ایک اصول بیان کیا ہے۔

ولو قال لمسلم یا کافر بلا تاویل کفر لانہ سمی الاسلام کفرا۔ ان القائل لمثل ہذا المقالات ان ارادہ الشتم لا یعتقدہ کفرا یکفروان کان یعتقد کفرا فخاطبہ بہذا ابناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر لانہ لم اعتقد المسلم کافر فقد اعتقد دین اسلام کفرا و من اعتقد دین الاسلام کفرا کفر : (جلد۲: ۲۹۱)

"جس نے کسی تاویل کے بغیر کسی مسلمان کو کہا۔ "اے کافر" تو وہ خود کافر ہو گیا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر کہا۔ ہاں اگر اس نے گالی کے طور پر کہا۔ کافر کہنے کا عقیدہ نہ تھا تو وہ کافر نہ ہو گا۔ اور اگر مخاطب کو کافر سمجھتے ہوئے کہا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مسلمان اسلام کو کفر سمجھا وہ کافر ہو گیا۔"

علامہ شامی نے اس مقام پر متعدد علماء کا مذہب نقل کیا کہ کسی کو اس طرح بلا تحقیق کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ ان علماء میں علامہ ابن الرفعہ' علامہ قمری' علامہ فشانی' علامہ اسفری' علامہ ازرعی' علامہ ابن ابی راشد امام صاحب' علامہ ابو اسحاق اسفرائنی' شیخ مقدسی امام غزالی' علامہ دقیق العید اورعلامہ ابن شحنہ ہیں۔ آخر میں کہا۔ **بل قضیتہ کلام ہئولاء انہ لافرق بین ان یول اولا۔**

یعنی ان حضرات کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ تاویل کرے یا نہ کرنے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس اصول کی روشنی میں ان حضرات کی حیثیت معلوم کی جا سکتی ہے جو اہل سنت ہونے کا دعوی بھی کئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک لکھنے کی رٹ بھی لگا رہے ہیں۔ ان کے نزدیک دین اسلام شرک ہے اور شرک ہی ان کا دین ہے۔

علامہ شامی نے جلد ۲: ۲۹۱ پر مسلم شریف کی ایک حدیث نقل فرمائی۔

اذا کفرالرجل اخاہ فقد باء بہا احدھما و فی روایۃ ایمارجل قال لا خیہ کافر فقد باء بہا احدھما۔

"جب کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان میں سے ایک تو کافر ہو گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس آدمی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان میں ایک یقیناً" کافر ہو گیا۔"

ان فتوی بازوں کے بے محابا شغل تکفیر سے آدمی خود اندازہ کر سکتا ہے کہ دونوں میں سے کون کفر کی زد میں آیا۔

صاحب بحر الرائق جو فقیہ حنفی میں فقیہ النفس اور ثانی امام ابو حنیفہ مانے جاتے ہیں اپنی کتاب ۵: ۱۳۴ پر فرماتے ہیں۔

رو الطحاوی عن اصحابنا لایخرج الرجل من الایمان الا حجود ما ادخلہ فیہ الی ان قال اذا الاسلام الثابت لا یزول بشک مع ان السلام یعلو او ینبغی للعالم اذارفع الیہ بہذا ان لا یباور بتکفیر اہل السلام وی فی الفتاوی الصغری الکفر شئی عظیم فلا اجعل المومن کافرا حتی وجدت روایتہ انہ لا یکفر واذا کان فی المسئلتہ وجوہ تو جب التکفیر وجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع الکتفیر تحسینا للظن بالمسلم۔

"آئمہ احناف سے امام طحاوی نے روایت کی ہے کہ آدمی ایمان سے خارج نہ ہو گا جب تک اس کلمہ کا انکار نہ کر دے جس کلمہ کے ذریعے ایمان میں داخل ہوا۔ چونکہ اس کا اسلام تو یقینی اور ثابت ہے۔ اب وہ شک سے زائل نہ ہوگا جب یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ اسلام غالب ہے' ہر عالم کا فرض ہے کہ جب اس کے سامنے کفر و اسلام کا مسئلہ پیش ہو تو کافر کہنے میں جلدی نہ کرے۔ اور فتاوی صغری میں ہے کہ کفر بہت بری شے ہے' میں اگر کسی میں عدم تکفیر کی ایک روائت بھی پاؤں تو اسے کافر نہیں کہتا۔ جس مسئلہ میں کفر کے کئی وجوہ ہیں مگر اس کے مومن ہونے کی ایک وجہ معلوم ہوتی ہے تو اسے مومن ہی کہو تو مفتی کا فرض ہے کہ اس ایک وجہ کا لحاظ رکھتے ہوئے حسن ظن سے کام لے کر اسے مومن ہی کہے کافر نہ کہے۔"

قتبِ عصر کا یہ کہنا کہ اگر عالم کے سامنے کفر و اسلام کا مسئلہ پیش کیا جائے تو کافر کہنے میں جلدی نہ کرے' تو سر آنکھوں پر مگر اس کا کیا علاج کہ عالم اتنا صبر یا انتظار نہ کر سکے کہ کوئی ایسا مسئلہ پیش کرے اور تکفیر کی مشین گن لے کر گلی گلی پھرے اور ریپیٹڈ فائر کرتا چلا جائے اور جو سامنے آئے اسے کافر و مشرک کہتا پھرے۔ اور اگر کوئی سامنے نہ آئے تو اسے غائبانہ "ثواب" پہنچانے میں دریغ نہ کرے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

والذی تحرر نہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن محل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفر اختلاف و لوروایتہ ضعیفۃ لعلی ہذا۔ فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لایفتی بھا ولی لقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منھا۔

"وہ بات جو میں لکھتا ہوں یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی پر کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے۔ مسلمان کا کلام اور اس کے فعل کو اچھی صورت پر محمول کیا جائے یا کفر میں اختلاف ہو اگر ایک ضعیف روائت ہی مل جائے تو اس کا لحاظ رکھا جائے۔ کفر کے اکثر الفاظ جن کا ذکر ہوا ہے ان الفاظ سے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے تو اپنے لئے لازم قرار دے رکھا ہے کہ کفر کا فتویٰ کبھی نہ دوں گا۔"

ظاہر ہے کہ ایک عالم ربانی کا اصل کام یہ ہے کہ خدا کے بندوں کو کفر سے نکال کر اسلام کے دائرے میں لائے یہ کہاں کا علم ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل مسلمانوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کفر میں دھکیلتا چلا جائے اور خوشی سے پھولا نہ سمائے کہ کارے کردم۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ اجزاء ہیں اس کی اعلیٰ اور افضل جزو لا الہ الا اللہ ہے اور ادنیٰ جزو کسی ایذا دینے والی چیز کو راستے سے ہٹانا ہے۔ اور حیاء بھی ایمان کا شعبہ ہے۔ پس کفر اور ایمان دو متضاد چیزیں ہیں ایک زائل ہوا تو دوسرا موجود ہو گا (ایمان گیا تو کفر موجود اور کفر گیا تو ایمان موجود) ایمان ایک شجر ہے جس کی متعدد شاخیں ہیں ہر شاخ ہر شعبہ ایمان کہلاتا ہے۔ نماز ایمان کی شاخ ہے اسی طرح زکوٰۃ' حج' اور روزہ اور اعمال باطنی جیسے حیا' توکل' خوف خدا یہ تمام ایمان کے اجزاء ہیں حتیٰ کہ آخری جزو راستے سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹانا ہے۔ ان تمام شعبوں میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے زوال سے ایمان چلا جاتا ہے جیسا کہ اقرار شہادتیں تو بعض وہ ہیں جن کے زوال سے ایمان زائل نہ ہو گا۔ (البتہ آدمی فاسق و فاجر ہو گا)"

ظاہر ہے کہ جب ایمان اور کفر دو متقابل امر ہیں تو ایمان کے جانے سے یقیناً" کفر آجائے اسی طرح اس کے برعکس' اہلسنت کے نزدیک ان دونوں کے درمیان کوئی مقام نہیں۔ اور کفر میں انسان کو وہی چیز داخل کرے گی جس کے زوال ترک و انکار سے ایمان زائل ہو جاتا ہے جس حکم نے ایمان میں داخل کیا ہے وہ لا الہ الا اللہ اسی کے انکار سے ایمان خارج بھی ہو گا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آدمی کو چند ضروریات دین پر بھی ایمان لانا ہو گا ان کا اقرار بھی ضروری ہے جن کے انکار سے ایمان کا زوال ہو گا۔

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ تمام شعبے ایمان کے ہیں۔ اسی طرح ترک نماز' ترک زکوٰۃ وغیرہ شعبے کفر و شرک کے ہیں۔ گو محض ان کے ترک سے آدمی کافر نہ ہو گا۔ جیسا مسلم شریف مع فتح الملہم ۱:۲۴۵ پر ہے۔

عن ابی سفیان قال سمعت جابر ابقول سمعت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقول ان بین الرجل و بین الشرک و الکفر ترک الصلواۃ

"حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مرد مومن اور کفر، شرک کے درمیان فارق صرف نماز ہی ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہ کفر و شرک اعتقادی نہیں فعلی ہے۔ جو ایک شعبہ کفر و شرک کا ہے اس لئے ترک نماز سے نہ مشرک ہو گا نہ کافر۔ ہاں نماز کا منکر ہو یا تکبر ہو تو یہ کفر ہے کیونکہ منکرو جوب نماز ہے۔ یہی حال دوسرے ارکان دین کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح ایمان ایک شجر ہے۔ اس کی مختلف شاخیں ہیں۔ اسی طرح کفر بھی ایک شجر ہے جس کے مختلف

شعبے ہیں۔ اس لئے ایمان کا ہر شعبہ ایمان ہے اور کفر و شرک کا ہر شعبہ یا شاخ کفر شرک ہے۔ مثلاً" نماز شعبہ ایمان ہے' ترک نماز شعبہ کفر ہے لیکن کسی مسلمان میں اگر شعبہ کفر پایا جائے مثلاً" نماز نہ پڑھنا' روزہ نہ رکھنا' تو اسے کافر و مشرک نہیں کہا جائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے۔ کفر دون کفر' شرک دون شرک' فسق دون فسق' نفاق دون نفاق' چنانچہ فتح الملہم ۲۴۵:۱ پر یہ عبارت تحریر ہے۔

والکفر کفران و الظلم ظلمان و الفسق فسقان و کذا لجهل جهلان جهل کفرو جهل فسق کذالک الشرک شرکان۔ شرک ینقل عن الملته و هو شرک الاکبر و شرک لا ینقل عن الملته و هو شرک الاصغر و هو شرک العمل کالریاء کما قال فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادة ربه احدا۔ ومن هذا الشرک الاصغر قوله صلی الله علیه وسلم من حلف بغیر فقد اشرک و هذ الشرک لا یخرجه عن ملته الاسلام و کذا النفاقان۔ نفاق اعتقادی و نفاق عملی۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک' کفر' نفاق وغیرہ دو قسموں کا ہے ایک اعتقادی جسے اکبر کہتے ہیں اس سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ دوسرا عملی یعنی اس میں ایک شعبہ شرک' کفر یا نفاق کا پایا گیا۔ ایسے آدمی پر شرک و کفر کا فتویٰ دینے والا خود کافر ہو جائے گا جیسے درخت کی شاخ کو شاخ تو کہیں گے مگر درخت نہیں کہیں گے۔ اسی طرح جہلاء کا قبور اولیاء اللہ پر جا کر سجدہ کرنا ایک شعبہ شرک ہے۔ شرک اکبر نہیں جس سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔

ہاں ایسے فعل کرنا جن سے صاف علامت تکذیب شریعت پائی جائے تو ایسے شخص کو کافر کہا جائے گا جیسے بت کے سامنے سجدہ کرنا۔ قرآن کریم کو غلاظت میں رکھ دینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا وغیرہ۔ مگر قبور پر سجدہ کرنا' نذریں ماننا' چراغ جلانا' ایسے فعل ہیں کہ ان میں تکذیب شریعت نہیں پائی جاتی۔ ایسے لوگوں کو بدترین فاسق کہنا تو جائز ہے مگر انہیں مشرک یا کافر کہنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی بدکار کا یہ عقیدہ ہو کہ صاحب قبر مستقل قدرت رکھتا ہے جو چاہے کر سکتا ہے یا جبری و قہری سفارش کا قائل ہو جو نص قرآن کے خلاف ہے۔ قال تعالیٰ "ولا شفیع یطاع" یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اولیاء اللہ نفع' نقصان پہنچانے میں مختار ہیں تو یہ اعتقاد صریح شرک و کفر ہے۔ اعاذ نااللہ منہ۔

مختار کل صرف ذات باری تعالیٰ ہے بغیر اذن رب العلمین کے کوئی کسی کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اولیاء اللہ صرف دعا کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دعا سنتا تو سب کی ہے مگر اولیاء اللہ کی دعا جلد قبول کرتا ہے۔ یہ اس کا انعام ہے۔ ان میں جو مستجاب الدعوات ہوتے ہیں ان کی دعا باذن اللہ تعالیٰ مصائب کے دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ:۔

قلت بعد ذلک فلا یجوز الحکم علی ساجد القبور بالکفرو الشرک الاکبر بمجرد اعتقاد هم فی اصحاب القبور انهم شفعاء عند الله سالم یستفسرو عن کیفیته اعتقاد هم ذلک و اماقبل الاستفسار فیلزم العمل بما قال العلماء ان قول القائل ابنت الربیع البقل محمول علی الاسناد الحقیقی ان کا ان دهریا و علی الاسناد العقلی المجازی ان کان مومنا فکذ القول بان هولاء شفعانو نا عندالله یحمل علی الشفاعته الشرکیته ان کان القائل غیر مسلم و یحمل علی الشفاعته الشرعیته ان کان مسلما و کذا القول ان فلانا یضرو ینفع یحمل علی الضرری و النفع بالذات ان کان کافر و علی الکرامته ان کان مسلما لانه اعطاه الله تعالی الکرامته ولا ینفع ولا یضرالا بکرامته الله التی اعطاها اياه و باذنه لا باستقلالا۔

اس لئے کسی مسلمان کے ایسے فعل پر جو شرک فعلی ہو بغیر اعتقاد پوچھے اور بغیر اعتقاد دریافت کئے کفر و شرک کا فتویٰ دینا یعنی کافر و مشرک کہنا مفتی کی جہالت کی دلیل ہے اور یہ فتویٰ مفتی پر عود کرے گا۔

تجلیات

(لنگر مخدوم کے ایک اجتماع پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا اما بعد میرا ارادہ تقریر کرنے کا نہیں محض چند ضروری باتیں ہیں جو میں آپ حضرات تک پہنچانا چاہتا ہوں ان میں پہلی بات کہ "ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد کیا ہے"۔۔۔ یہاں نہ تو ہمارا کوئی کاروبار ہے نہ جائیداد' یہ بالکل ویسا ہی تربیتی اور تبلیغی' اجتماع ہے جیسا کہ منارہ یا چکڑالہ میں ہوتا ہے جس میں ہمارا مقصد اصلی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اصلاح نفس ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی نہ در، دیوار کی زیارت مقصود ہے نہ محض قبر پر حاضری۔

چونکہ اہلسنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صاحب قبر سے فیض ہوتا ہے روح زندہ ہے اور اس کی موت صرف انقطاع عن البدن ہے اسی کو فنائیت کہہ دیا جاتا ہے اس کی فنائیت تو "آنی" ہے مگر بقا دوامی' روح کی بدن سے جدائی کو ہی موت کہہ دیا جاتا ہے ورنہ روح پر موت وارد نہیں ہوتی جیسے جنت دوزخ ان کے عذاب و ثواب' لوح محفوظ کرسی یہ سب چیزیں ہیں تو حادث ہی قدیم نہیں مگر یہ فنا نہ ہوں گی یہی حال روح کا ہے۔

مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ روح سے حصول فیض کے لئے روح کے ساتھ ربط کا قائم ہونا ضروریات میں سے ہے۔ اور مبتدی اگر سو سال بھی کسی قبر پر بیٹھا رہے جب تک کوئی زندہ شیخ اس کو یہ ربط پیدا نہ کرائے خود بخود حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان ہزاروں حجابات حائل ہیں یہ بات نہیں کہ وہ محض چند فٹ زیر زمین ہیں بلکہ وہ ایک اور عالم میں ہیں سو کوئی ایسی ہستی ضروری ہے جو انہی توجہ سے حجابات کو پھاڑ کر رکھ دے اور وہاں تک پہنچا کر ان سے ربط پیدا کر دے ان سے ایسا تعلق کا رشتہ قائم ہو جائے تو فیض شروع شروع ہو جاتا ہے اور یاد رہے کہ اخذ فیض کے لئے یہ نہایت ہی ضروری شرط ہے۔

نوشہرہ' (سرحد) میں ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ کیا روح یا قبر سے بغیر زندہ شیخ کے حصول فیض ممکن ہے؟ میں نے کہا کہ "نہیں" تو فرمانے لگے پھر آپ نے کیسے حاصل کیا؟ میں نے کہا کہ آپ سے غلط کہا گیا ہے کہ مجھے بلا واسطہ قبر سے فیض ہوا ہے بلکہ میرے شیخ بھی ایک زندہ بزرگ تھے جنہوں نے مجھے رابطہ کرا دیا' ارواح سے تعلق قائم ہوا اور وہی میرے کسب فیوض کا سبب بنے دوسری بات جو انہوں نے پوچھی وہ یہ تھی کہ "ذاکر اور عارف میں کیا فرق ہے۔" میں نے بتایا کہ منطقی نسبت تو اصول مطلق کی ہے کہ ہر عارف تو ذاکر ہوتا ہے مگر ہر ذاکر عارف نہیں ہوتا اور محض ذکر کے لئے شیخ کی ضرورت بھی نہیں' اذکار مسنونہ بہت ہیں بے شک پڑھا کرے اور ذکر کیا کرے مگر حصول معرفت کے لیے طالب کو شیخ کی ضرورت ہے اور منازل سلوک بغیر شیخ کی رہنمائی کے کوئی نہیں پا سکتا۔ بلکہ ایسی ضرورت ہے جیسی کسی اندھے کو رہنما کی' کیونکہ اس راہ میں بے شمار سخت گھاٹیاں ہیں جن میں سے کسی میں بھی گرنا سخت ہلاکت اور تباہی کا سبب ہے اور سالک خود تو اس راہ سے آشنا نہیں اس لیے ضروری ہے کہ آگاہ راز اس کی رہنمائی کرے اور نشیب و فراز سے بچاتا ہوا نکال لے جائے اور شیخ کا اتباع کامل طور پر کرے جیسے مردہ بدست زندہ' جیسے اندھا جو پہاڑ کی چوٹی پر چل رہا ہو وہ کبھی رہنما کے نقش قدم سے ہٹنے کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس میں اس کی بربادی اور ہلاکت ہے۔

منازل سلوک میں انسان کتنی بھی بلندی پر چلا جائے ربط بالشیخ ہی اس کی اساس و بنیاد ہے جیسے پتنگ کتنی بھی بلندی پر چلی جائے ڈور اس کے لیے ضروری ہے اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو وہ اڑنے کی جگہ بتدریج گرنا شروع ہو جائے گی اور بالآخر درختوں اور جھاڑیوں میں الجھ کر برباد ہو جائے گی۔

لطائف میں طالب کی مثال بالکل ایک بیمار کی سی ہے جو دوا اور غذا وغیرہ کے معاملہ میں ڈاکٹر کے تابع ہے۔ ڈاکٹر ہی جان سکتا ہے کہ اس کی دوا کیا ہے اور کس شے سے پرہیز اس کی صحت کے لیے ضروری ہے تو بالکل اس مریض کی طرح جو صحت کی طلب میں تلخ دوائیں پیتا اور مرغوب غذاؤں سے پرہیز کیا کرتا ہے ایسے ہی طالب کو شیخ کی اطاعت ضروری ہوتی ہے مگر شیخ بھی ہر کسی کو نہیں بنایا جا سکتا لوگ جہلا کے پیچھے چل کر تباہ ہو رہے ہیں یاد رکھیں شیخ کے لیے عالم ہونا ضروری ہے جاہل کی بیعت حرام ہے اور بیعت لینے اور کرنے والا دونوں فاسق و فاجر ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ مروجہ نصاب تعلیم پڑھا ہوا ہو۔ صحابہ کرامؓ اور اکثر تابعین کتب پڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ ارشادات نبویؐ کے جاننے والے تھے جو آپ نے ارشاد فرمایا انہوں نے ازبر کر لیا اسی طرح اگر کوئی اردو پڑھ کر ہی مسائل سیکھ لے' یا سن کر ہی یاد کر لے' کوئی بھی صورت ہو ضروریات دین سے واقف ہونا ضروری ہے یہی مسلک اہلسنت ہے۔

نیز شیخ کے لئے صرف عالم ہونا ہی شرط نہیں بلکہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو متبع شریعت ہو فرائض واجبہ اور سنت راتبہ کا پابند ہو اگر نوافل نہ پڑھتا ہو کم از کم فرائض و سنت کو تو ترک کرتا نہ ہو اگرچہ نوافل ضروری نہیں مگر شیخ کو چاہیے کہ ضرور پڑھے کہ اس سے قلب کی نگہداشت بھی رہتی ہے اور قرب الہٰی کا سبب بھی ہیں۔ سب سے ضروری ہے کہ فن سلوک کا ماہر ہو یہ تو ممکن ہے کہ کوئی طالب شیخ سے زیادہ متقی ہو مگر جس علم کا (یعنی طالبین کی اصلاح و تزکیہ کا طریق) وہ طالب ہے اس میں شیخ کا ماہر ہونا ضروری ہے اور اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے اب آپ اپنی جماعت ہی دیکھیں کہ ساری جماعت کا ورع تقویٰ ایک طرف ہو تو اکیلے قاضی صاحب ایک پلڑے میں سب سے بھاری ہوں گے مگر صرف تقویٰ ہی شرط نہیں بلکہ اس علم میں ماہر ہونا بھی شرط ہے تاکہ وہ طالبین کی مکمل طریق سے رہنمائی کر سکے نیز اس میں ایماء نہ ہو کبھی کسی طرف جھک جائے اور کبھی کسی طرف لڑھک جائے بلکہ نہایت ثابت قدم ہو۔ قرآن کریم نے شیخ کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں (۱) اونٹ کی طرح مشقت برداشت کرنے والا ہو (۲) آسمان کی طرح بلند ہمت ہو (۳) پہاڑوں کی طرح ثابت قدم ہو (۴) زمین کی طرح متوازن یعنی اس میں عجز و انکسار ہو۔

چنیں مردے کہ یابی خاک او شو
اسیر حلقہ فتراک اوشو

یہ شیخ کے لیے شرائط اور اخذ فیض کے طریقے کی چیدہ چیدہ باتیں ہیں جو عرض کر دی ہیں۔

آداب شیخ میں تو اس حد تک ہے کہ شیخ کے چہرے کو بھی مسلسل نہ گھورے اور ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھے کہ مبادا سوئے ادب شمار ہو مگر فی زمانہ جو اعظم المصائب ہے وہ یہ کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور علماء ختم ہو رہے ہیں۔ خصوصاً" یہ فن تصوف (احسان و تزکیہ و سلوک) اس کا علم تو بالکل ہی کمیاب ہو رہا ہے اور لوگ اپنی جہالت اور دوں ہمتی کی وجہ سے انکار میں مبتلا ہیں حالانکہ کتاب اللہ پر اگر نگاہ کی جائے تو از اول تا آخر اس میں ایک قدر مشترک نظر آتی ہے یعنی اس کی ساری تعلیمات دنیا سے چھڑا کر متوجہ الی اللہ کرتی ہیں جس قدر آسمانی کتب نازل ہوئیں یعنی ایک صد اور چار' ان کا جملہ علم ان چار کتب میں ہے ان سب کا قرآن کریم میں اور قرآن کریم کا سارا مفہوم سورہ بقرہ میں ملتا ہے سورہ بقرہ کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں سورہ فاتحہ کا خزانہ بسم اللہ ہے' بسم اللہ کا راز اس کی ب میں ہے کہ یہ بائے تلبس ہے یعنی ساری کائنات سے کٹ کر اللہ تعالے سے واصل ہو جا یہی بعثت انبیاء کا مقصد ہے کہ اللہ سے بچھڑی ہوئی مخلوق اور شیطنت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت' ادھر سے کٹ کر اللہ تعالے سے جڑ جائے مگر بدنصیبی یہ کہ اسی سے انکار کیا جا رہا ہے' اصل میں مصیبت یہ ہے کہ لوگوں سے یہ علم اٹھ گیا ہے جہالت کی بناء پر انکار کئے دیتے ہیں ورنہ دیکھتے نہیں کہ

ہمہ شیران جہان بستہ ایں سلسلہ اند

اس انکار کرنے والوں کے مقابل ایک اور گروہ ہے جو "رنگ نما" اور "رنگ فروش" ہے دعویٰ کرتے ہیں مگر افسوس

کہ عملاً کچھ نہیں کر پاتے "رنگ ساز" نہیں ہیں اور عوام کا حال کہ بے چارے رہبر اور رہزن میں تمیز سے عاری ہیں یہ طبیب اور دوا فروش کے فرق کو نہیں جانتے اور مریض کے لیے معالج کے پاس جانے کے سوا چارہ نہیں اور آج کل تو دل تقریباً سارے ہی مریض اور مختلف بیماریوں کا شکار ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

۲۔ اب میں عرض کروں تصوف میں تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ ذکر لسانی کا ہے زبان سے ذکر کرے، اللہ اللہ کرے، سبحان اللہ لا الہ الا اللہ پڑھے، درود استغفار اور مختلف وظائف پڑھے یہ ایسا درجہ ہے کہ جیسے ادویات کو کوٹا چھانا جاتا ہے یہ استعمال کی تیاری ہے اگر یہیں بس کر دے تو شفا کا حصول محال؟

اس سے آگے ذکر قلبی اور لطائف ہیں یہ دوسرا درجہ اصل ہے کہ لطائف کرنے لگا گویا دوا کا استعمال شروع ہو گیا اور اب جیسے جیسے دوا کھاتا جائے گا اس میں صلاحیت آتی جائے گی اور جب صحت ہو گی تو چلے پھرے گا گویا منازل سلوک میں سیر شروع ہو جائے گی اب اس دوا کے استعمال کے ساتھ ساتھ مضر اغذیہ سے پرہیز بھی حصول صحت کی شرائط میں سے ہے کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہو انہیں غیر پسندیدہ چیزوں سے پاک رکھا جائے اتباع شریعت کے ساتھ اجتناب عن المعاصی کا اہتمام ہو تخلیہ ہو شور و غل سے ہٹ کر تمام تر توجہ اللہ کی طرف لگائے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تخلیہ کے لیے غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے سو یہ سنت انبیاء ہے اگر دن اور روشنی ہو تو کپڑا لپیٹ لیا جائے نیز جہاں ذکر کیا جائے وہ جگہ پاک و صاف ہو سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو جب شرف ہم کلامی سے نوازہ تو فرمایا - **فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی** کہ آپ ایک پاک و صاف جگہ پر ہیں جوتے اتار دیں، اور پھر قلب میں در آنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا جائے کہ اس کی مثال حوض کی ہے جسے باہر سے آنے والا پانی آلودہ نہ کر دے اس لئے تمام نالیوں کو بند کر دیا جائے منہ آنکھیں بند ہوں کانوں کو بند رکھا جائے پھر خود اس کے اندر سے چشمہ نکالا جائے اس میں ذکر الہیٰ کی مشین لگائی جائے جو اسے سیراب کرے اور باہر کی کوئی ناپسندیدہ شے اس میں داخل نہ ہو سکے، جس قدر انقطاع عن الدنیا حاصل ہو گا اسی قدر دل کی طرف توجہ کامل ہو گی یہی توجہ اور ذکر الہیٰ دل سے انوار کے فوارے نکالیں گے، تجلیات باری تعالےٰ کا یہ آب مصفےٰ، ایسے ہی دل سے نکلے گا جو صاف ستھرا اور غلاظت سے دنیا خالی ہو گا، پھر اس کی برکات کا اندازہ نہیں کہ یہ ایک عالم کے دلوں کو دھو ڈالے گا اور جو بھی اس سے اپنا دل روشن کرنا چاہے گا یہ منور کرتا چلا جائے گا اور انہی قلوب کی نگاہ کام کرے گی جو منور ہوں گے اسی کو اصطلاح میں "کشف" کہا جاتا ہے بعض علماء کا خیال ہے کہ کشف کافر کو بھی ہو جاتا ہے مگر میری تحقیق یہ ہے کہ کشف کا تعلق نور ایمان سے ہے جسے یہ حاصل نہ ہو اس پر کشف کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ (کشف سے مراد عالم بالا، ارواح اور فرشتوں کا نظر آنا، عالم برزخ اور آخرت حقائق کو دیکھ لینا ہے بغیر مشین کے دیکھ لینا جیسے دوسرے شہروں کی خبر یا بعض دنیاوی امور تو یہ یہاں مراد نہیں ہے) اور اس کو منور کرنے اور قائم رکھنے کے لیے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے کہ نور ایمان استعداد کو پیدا کرتا ہے اور اس میں کمالات اعمال صالحہ کی وجہ سے آتے ہیں جیسے آنکھوں کے ڈھیلے اپنے اندر ایک نور رکھتے ہیں جو نظر کا سبب ہے یا جیسے لاؤڈ سپیکر کہ پس پردہ کوئی بولنے والا بھی ہے یہ خود نہیں بول رہا۔ اسی طرح محض قلب نہیں دیکھ سکتا بلکہ اعمال صالحہ کا نور، نور ایمانی سے مل کر قوت اور کمال کو پیدا کرتا ہے اور قلب کو بینائی عطا کرتا ہے اور کافر کے پاس نہ نور ایمانی ہے نہ نور اعمال، رہی بات ان لوگوں کی جو باوجود کافر ہونے کے بعض عجیب باتیں بیان کرتے ہیں تو سن لیں کہ وہ محض بھوک پیاس اور کڑی مشقت سے جسم کو کمزور کرتے ہیں جس سے خون میں کمی ہو جاتی ہے اور دل میں سفیدی آجاتی ہے اب اس میں وہ چیزیں جو دنیا میں دیکھے جانے کے قابل ہیں دور سے بھی منعکس ہونے لگتی ہیں اگر آپ تجربہ کرنا چاہیں تو کلیجہ کا ایک ٹکڑا لے کر دھوپ میں رکھ دیں چند دیر بعد وہ شیشے کی طرح چمکے گا اسی طرح سٹین لیس سٹیل کا برتن یہ خود آئینہ انہی اوصاف کا حامل ہے مگر شیشے میں نظر نہیں آ سکتا روح اور

فرشتہ نہیں دیکھے جا سکتے اس طرح عذاب و ثواب قبر یا جنت دوزخ نظر نہیں آ سکتے اسی طرح کوئی لطیف شے جس کا عکس نہ ہو تو نظر آئے گی یہی مثال کافر کے دل کی ہے کہ سفیدی تو پیدا ہو سکتی ہے چمک تو آ سکتی ہے مگر کسی شے لطیف کو نہیں دیکھ سکتی۔ لوگ اسی چمک پر بھول گئے اور کہنے لگے کشف ہوتا ہے۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ کس چیز کا۔

ع دیکھا بھی تو کیا دیکھا جانا بھی تو کیا جانا

اللہ کریم نے کافر کی مثال یوں بیان فرمائی ہے جیسے کوئی آدمی بہت بڑے سمندر میں کسی گرداب میں غرق ہو اور لہروں پہ لہریں اٹھ کر اس کے اوپر چھا رہی ہوں اور اس پر مزید یہ کہ گہرے بادل بھی چھا جائیں۔ **(ظلمت بعضها فوق بعض)** کافر کا عقیدہ ظلمت، عمل مسلسل ظلمت کہ سب سے قریب شے تو اپنا ہاتھ ہے اور وہ ایسی ظلمت میں ہے کہ اسے سوجھتا تک نہیں، ٹھیک بات اور قول فیصل یہ ہے کہ جسے اللہ ہی نور نہ دے وہ اور کہیں سے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بات خوب سمجھ لینے کی ہے کہ یہ مغالطہ بہت عام ہو چکا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ کافر کو بھی کشف ہو سکتا ہے یہ سب غلط ہے اس کے لئے "قلب سلیم" کی ضرورت ہے اور قلب سلیم مومن کا حصہ ہے۔

ہمارے حلقہ ذکر میں بفضلہ تعالیٰ سینکڑوں صاحب حال، صاحب کشف، موجود ہیں جو روح اور ملائکہ سے کلام کی اہلیت رکھتے ہیں، جو عذاب و ثواب برزخ کو دیکھ سکتے ہیں مگر اس سب کے لئے اتباع سنت کی ضرورت ہے اور اس دین میں بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کرام کو سکھایا کہ وہی دین کے امین اور ستون ہیں، انبیاء کے بعد جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے وہاں تک کوئی ان کے مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

ایک مولوی صاحب ایک روز میرے سامنے امام مہدی کے فضائل شیخینؓ کے مقابلہ میں بیان کرنے لگے تو حیرت کی انتہا نہ رہی، میں نے کہا میاں ہوش کی دوا کرو، بے شک امام مہدی بہت بڑی ہستی ہوں گی، باکمال مگر ولی اللہ ہی ہوں گا اور کہاں صحابیؓ براہ راست شمس نبوت سے کسب فیض کرنے والا اور پھر ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ جو صحابہ کے بھی سردار ہیں۔

صحابہؓ کی شان بہت بڑی ہے مگر اس عظمت شان کے باوجود قرآن کا اصول موجود ہے کہ خبردار اگر کوئی بھی باپ ہو یا بیٹا، بیوی ہو یا بھائی، مال و زر ہو یا جائیداد، اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے بڑھ کر عزیز ہیں تو منتظر رہو کہ اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے مخاطب اول صحابہؓ ہیں یعنی اگر یہ جرم کسی صحابی سے بھی (معاذ اللہ) ہو جائے تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کر دیا جائے گا چہ جائیکہ ہم اس دور کے انسان،

میاں! دل ایک ہے اور ایک ہی کے لئے رہے گا۔ اگر دوسرا آ گیا تو اضطراب پیدا ہو گا سکون نہیں ہو سکتا۔ ہم جس دور میں ہیں یہ اور بھی نازک ہے اس لئے خوب جان لو سمجھ لو، کہ بیوی بچوں، اونٹ گھوڑے، اور مال و جائیداد سے تعلق حفاظت کا ہونا چاہیے اور اس کی محبت ایک حد تک، مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق عبادت کا ہو اور محبت غیر محدود اور ہر الفت پہ غالب، اگر اس رتبہ کو حاصل نہ کر سکے تو چھوڑ بھی نہ دے اور اس کے حصول کا طریقہ ذکر الٰہی ہے کہ یہ جب آتا ہے تمام کجی اور کج فہمی دور کر دیتا ہے اور تمام رذائل کو نکال باہر کرتا ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ اسلام کا مکتوب پا کر ملکہ سبا بلقیس نے امراء سے مشورہ طلب کیا تھا تو سب نے کہا کہ ہم طاقت میں تو کسی سے کم نہیں اور لڑنے کی قوت بھی رکھتے ہیں مگر حکم تو آپ ہی کا ہے، جیسے ارشادا ہو، کہنے لگی تم نہیں جانتے کہ بادشاہ بحیثیت فاتح کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اہالیان شہر پر کیا بیت جاتی ہے۔ افسدواھا اسے برباد کر دیتے ہیں اور امرا اور با اثر لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ذکر الٰہی بھی حاکم ہے بہت بڑا بادشاہ ہے جب یہ کسی کو فتح کرتا ہے تو کبرو غرور، لالچ اور حرص، ہوا و ہوس جو وہاں سردار بنے بیٹھے ہیں ذلیل کر کے نکال دیتا ہے تب جا کر دل "قلب سلیم" بنتا ہے اور کشف کی استعداد پاتا ہے۔

آپ کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا۔۔۔ ولا ترحقنی من امری عسرا (الکھف ٦٦ تا ٧٣)

قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ کریم نے حضرت موسیٰ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا ہے کہ آپ سے بڑھ کر بھی کوئی ہے تو آپ نے فرمایا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ آپ نے اس معاملہ کی نسبت اللہ کی طرف نہ کی لہٰذا آپ کو حکم دیا گیا کہ مجمع البحرین کی طرف ایک عالم ہے' آپ نے اپنے غلام کو ساتھ لیا۔ غلام کو فرمایا ہم نے ان عالم سے ملنے کی خاطر ایک لمبا سفر کرنا ہے' جب تک کہ مقصود حاصل نہ ہو جائے بعد میں حضرت خضر نے جب کشتی کا تختہ توڑا تو آپ نے فرمایا کیا سب مسافروں کو غرق کرنا چاہتے ہو جب کہ کشتی والے نے ہم سے کرایہ تک نہیں لیا تو کیا آپ اس احسان کا یہ بدلہ چکا رہے ہیں۔ جواب میں حضرت خضر نے کہا "میں نے تو پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ میرے کام دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے" حضرت موسیٰ نے عذر کیا کہ میں دراصل بھول گیا ہوں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت خضر نے کشتی کو توڑا تو حضرت موسیٰ نے اعتراض کیا۔ نابالغ بچے کو قتل کرنے پر پھر اعتراض کیا کہ ایک نابالغ پاکیزہ نفس کو آخر کس جرم میں قتل کیا۔ حضرت خضر نے بعد میں کہا "میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرے کاموں کو دیکھ کر آپ سے صبر نہ ہو سکے گا؟" انطاکیہ شہر میں پہنچے تو وہاں کے رہنے والوں سے کچھ کھانے کی چیز لانے کو کہا لیکن لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہاں ایک دیوار گرنے کو تھی حضرت خضر نے اس کو پھر سے تعمیر کر دیا۔ تو حضرت موسیٰ فرمانے لگے "ان کے اس رویے کا یہ کون سا بدلہ ہے کہ مفت میں دیوار تعمیر کر دی" (مفسرین لکھتے ہیں کہ بربر قوم کی ایک بوڑھی عورت نے کھانا لا کر دیا)۔

حضرت خضر نے فرمایا ہذا فراق بینی و بینک' پس آپ کا اور میرا ساتھ ختم۔ ویسے میں بھی تو آپ سے پوچھوں کہ آپ کی والدہ نے بچپن میں آپ کو جب صندوق میں بند کر کے بغیر کسی کشتی کے جب دریا میں ڈالا تھا تو آپ کی کس نے حفاظت کی' لیکن اب کشتی کا ایک تختہ ٹوٹنے پر آپ کو اعتراض ہے۔ قتل کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے بھی تو ایک اسرائیلی کی حمایت میں ایک قبطی کو مار دیا تھا۔ آپ کے اور ہمارے اس قتل میں تو بڑا فرق ہے۔ ہم نے اس بچے کے والدین کا ایمان بچانے کی خاطر یہ کارروائی کی ہے اور وہ بھی بامر اللہ پھر اعتراض کیونکر ہوا۔ اجرت کے مسئلہ میں فرمایا "آپ جب مدین گئے وہاں حضرت شعیب کی بکریوں کو پانی پلایا انہوں نے آپ کو اجرت دینا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا۔ اب میں نے جو کام کیا ہے وہ بے حد اہم تھا۔ اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن ہے جو نیک والدین نے اپنے بچوں کے لیے محفوظ کر رکھا تھا۔" دیوار کے گر جانے سے کوئی اور لے لیتا' تو یہ ایک نیکی کا کام تھا"

دراصل حضرت موسیٰ کا علم شریعت ظاہریہ کا پابند تھا' جب کہ حضرت خضر کا علم اسرار و رموز امور مخفیہ سے تھا۔ شریعت کے مطابق ہوتا تو کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ ان امور کا عالم ہی نہ تھا۔ ان کو دکھ بھی یہی تھا کہ

جس علم کے اثرات بھی آپ برداشت نہیں کر سکتے وہ سیکھیں گے کیسے؟

آج علماء کا بھی یہی حساب ہے۔ تصوف و سلوک کو سمجھتے ہیں لیکن صوفیوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، پچھلے دنوں ایک عالم میرے پاس آئے۔ کشف الہام پر اعتراض کرنے لگے۔ میرے سمجھانے پر کہنے لگے۔

الحمد للہ آپ نے تو ایک حقیقت سے پردہ اٹھا کر میرا ایمان ہی تازہ کر دیا ہے۔ میں نے انہیں بتایا مطلقاً "کشف و الہام کا انکار تو کفر ہے، شریعت تو تمام کی تمام کشف والہام سے آئی ہے، نبی تمام احکام باطنی طریقے سے لے کر ظاہری ذرائع سے پہنچاتا ہے اللہ سے احکام کیسے حاصل کئے جاتے ہیں وہ تو ماورئ الوری ہے کانوں کی شنوائی آنکھوں کی بینائی نہ عقل کی رسائی وہاں تک ممکن ہے تو نبی باطنی طریقہ سے لیتا ہے کشف کے انکار سے تو ساری شریعت ہی گئی۔ احکام گئے بلکہ سب کچھ گیا۔"

حضرت جبرائیل کیا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھ کر پڑھتے اور پھر آکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کرتے تھے وہ بھی تو تلقی روحانی سے حاصل کرتے تھے جب وہ حضور کو سناتے تھے تو حضورؐ کو حکم تھا **لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ** جب وحی شروع ہو تو آپ جلد ہی اسے یاد کرنے کی کوشش نہ کریں زبان تک کو جنبش نہ دیں نزل بہ **الروح الامین علی قلبک** نزول وحی کے وقت آنکھیں کان زبان سب بند ہوتے صرف دل سنتا۔

شریعت علم اور مجموعہ احکام کا نام ہے۔ احکام ظاہری ہوں یا باطنی، متقدمین صوفیا اور علماء سب اس پر متفق ہیں کہ شریعت اور فقہ ایک ہی چیز ہے۔ اصطلاحاً" نام دو ہیں۔ امام اعظم فقہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ **معرفت النفس مالھا و ما علیھا** کہ نفس کی پہچان اس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کا بیان اور پہچان اس لئے تمام احکام کا مجموعہ اس میں آگیا متاخرین علماء نے احکام ظاہریہ کو فقہ اور احکام باطنیہ کو تصوف کا نام دے دیا۔ تصوف و شریعت گویا ایک ہی چیز ہے طریقت ان ذرائع و وسائل کو کہتے ہیں جن سے شریعت کے ظاہری یا باطنی احکام حاصل کیے جاتے ہیں، مثلاً: درس و تدریس، تبلیغ و تصنیف طریقت گویا وہ رستے ہیں جن پر چل کر شریعت تک پہنچا جائے۔

☆ تصوف: رضائے الٰہی کے حصول کا نام ہے کہ جن ذرائع سے اللہ کی محبت حاصل ہو۔ اس کی رضا اللہ کی عبادت اور محمد رسول اللہ کی اطاعت میں ہے۔ نہ کہ کشف وغیرہ

☆ حقیقت: علم اصل میں کسی چیز ہے کی صورت ذہن میں آنے کا نام ہے یا نفس اس کی صورت کو قبول کرے۔ صورت اور چیز اور حقیقت اور نماز کی صورت مسلمانوں کو حاصل ہے، لیکن حقیقت صوفیاء کو عوام الناس کا ایمان تقلیدی ہے جو کسی کے شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے پرویزیوں اور قادیانیوں کے عقائد لوگ قبول کر لیتے ہیں۔ استدلالی ایمان یہ ہے کہ کوئی آکر خبر دے کہ فلاں جگہ ڈپٹی کمشنر آئے ہوئے ہیں، کاروں اور لوگوں کا ہجوم بھی میں نے دیکھا ہے تو یہ DC کے آنے کی دلیل ہے، تیسرا کشفی ایمان، کہ کوئی اندر جا کر دیکھے کہ DC صاحب بیٹھے ہیں اب اس کو لوگ لاکھ کہیں کہ نہیں آئے لیکن چونکہ وہ تو حقیقت سے واقف ہے۔ آج مسلمانوں کی گمراہی کا سبب یہی ہے کہ نہ تو حقیقت ہی حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے اللہ کے بندے کی تلاش جو انہیں حقیقت تک پہنچائے، شریعت طریقت اور حقیقت تینوں کے حاصل ہو جانے کے بعد ہی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے پختہ یقین حاصل ہوتا ہے اس سے یقین و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

کسی شاعر صوفی نے ایک شعر میں فقیر کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

الفقیر فنا فی ذاتہ و فراغہ من ذاتہ و صفاتہ

فقیر چار الفاظ سے مرکب ہے۔

ف: سے مراد اللہ کی ذات میں فنا ہو جانا جس طرح وہ حکم دے کرنا اس کی نعمتوں کی طرف نہیں دیکھنا۔

ق:۔ **قوت قلبہ لحبیبہ و یتوب للہ فی مرضاتہ**

طاقت و قوت اللہ کی طرف سے جو کچھ حاصل ہے اس کو اللہ ہی کی رضا کے حصول میں لگائے۔

و یتوب اللہ حق تقاتہ ۔ بہ جوارہ و یخافہ

ی: یرجوا رہ و یخافہ ۔ اللہ کی رحمت سے امید رکھنا اور اسی سے ڈرنا کیونکہ ایمان بین الخوف و الرجاء زندگی میں خوف کا غلبہ رہے اور موت کے وقت اللہ کی رحمت کی امید ہو لیکن ایمان بھی پہلے ضروری ہے،

ر۔ والرا، رقت قلبہ و شفاءہ ۔ و رجوع للہ عن شھواتہ قلب میں رقت اور خواہشات نفسانی سے رجوع کر کے اللہ کی رحمت کی طرف لوٹ آنا۔

پھر سب احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

آپ لوگ جہاں بھی رہیں اپنا کام خوب کریں۔ لیکن اللہ اللہ بھی کرتے رہیں۔ خلوص اور استقامت ضروری شرط ہے۔ کئی لوگ اس راہ میں ناکام رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ابتداء انہوں نے خلوص سے شروع نہیں کیا ہوتا۔ مختلف ارادے لے کر آتے ہیں وہ مقصود پورا نہ ہوا تو چھوڑ بیٹھے۔ اس کام میں خلوص اور للہیت شرط ہے کامیاب ہونے کے لیے۔

دوسرا: ہر شخص میں اللہ نے جو استعداد رکھی ہے اس کو اتنا ہی فائدہ ممکن ہے ابو طالب زندگی بھر حضورؐ کے ساتھ رہے لیکن استعداد نہ ہونے کے سبب خالی رہے۔

تیسرا: محنت کی جائے، شریعت کے احکام کی مکمل پابندی کی جائے۔ شیخ سے قلبی خلوص ہو، کیونکہ شیخ کی توجہ سے ہی سارے منازل طے ہوتے ہیں۔

منارہ میں ہمارا یہ قیام محض اخروی زندگی کو درست کرنے، دین کے سیکھنے کے لیے ہے۔ لوگ دنیاوی اغراض و مقاصد رکھنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لایا کریں۔ تعویذ گنڈے کرنے والے کافی ہیں ان کی دکانیں چلتی ہیں وہیں جایا کریں۔

جس کو دین کی کوئی غرض ہے نہ سمجھ، اس کو اس وقت تک مت لائیں۔ جب تک کہ اس کی نیت و ارادہ ٹھیک نہ ہو، بعض لوگوں کو کشف تو ہو جاتا ہے لیکن اگر ان کے کام شریعت کے خلاف ہوں تو آہستہ آہستہ یہ کیفیت ختم ہو جائے گی یہ انعام محض بزرگی کے اظہار کا ذریعہ نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

"علم اٹھتا جا رہا ہے، علماء ختم ہو رہے ہیں۔ خصوصاً" یہ فن تصوف (احسان و تزکیہ و سلوک) اس کا علم تو بالکل ہی کمیاب ہو رہا ہے اور لوگ اپنی جہالت اور دوہمتی کی وجہ سے انکار میں مبتلا ہیں"۔

"میں تصوف کو جزو دین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ جسے سلوک سیکھنا ہو۔ بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ رہے، جو میں پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دکھا دوں گا کہ روح سے فیض کیسے اخذ کیا جاتا ہے۔ وہ شخص روح سے کلام کر لے گا۔ قبر کے عذاب و انعام کو دیکھ لے گا۔ انبیاء کی روحوں سے ملاقات کرے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرا دوں گا۔ بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو۔ خلوص لے کر آئے۔

ایک عالم ربانی کا اصل کام یہ ہے کہ خدا کے بندوں کو کفر سے نکال کر اسلام کے دائرے میں لائے۔ یہ کہاں کا علم ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل مسلمانوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کفر میں دھکیلتا چلا جائے۔ اور خوشی سے پھولا نہ سمائے کہ کارے کردم۔

دعائے مغفرت

کرنل ظفر احمد قریشی صاحب (ڈائریکٹر لاہور چڑیا گھر) کے والد صاحب ۱۵ جنوری کو وفات پا چکے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

O

محمد اکبر ضلع سیالکوٹ کے والد صاحب ۲۵ جنوری کو وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دورۂ ایبٹ آباد

حضرت المکرم اکتوبر ۱۹۷۹ء کے آخری عشرہ میں گلگت کا دورہ کر کے واپس تشریف لائے' بعد میں پھر لوگوں کے تقاضا پر مئی ۸۰ء اور اپریل ۸۲ء میں کوشش کی لیکن پنڈی میں کئی روز کے انتظار کے باوجود گلگت نہ پہنچ سکے' بوجہ موسم خرابی' جہاز یا تو اسلام آباد سے چلا ہی نہیں اور اگر گیا بھی تو گلگت لینڈ نہ کر سکا' دین کی خدمت کے جذبے اور لوگوں کے اشتیاق نے اس پیرانہ سالی میں ہو میل کے سڑکی سفر کرنے کے عزم کو جوان کر دیا۔ جمعہ ۱۴ مئی کو اس سفر کا آغاز ہوا۔ پہلا پڑاؤ اٹک میں تھا۔ اگلے روز صبح ساڑھے آٹھ بجے ایبٹ آباد پہنچے دوپہر کا کھانا حافظ غلام قادری کے گھر تھا' احباب ملاقات کو وہیں آپہنچے' اگلی منزل چونکہ شنکیاری کے قریب سم الٰہی منگ میں تھی' لہٰذا وہاں سے بھی مولانا غلام مصطفےٰ صاحب اور محمد ہارون بادشاہ خاں سابقہ وزیرِ زراعت صوبہ سرحد بمعہ چند احباب کے حاضر ہوئے۔ قیام چونکہ مانسہرہ روڈ نمبر ۳۱۰ میں معین الدین خان کے گھر تھا۔ حضرت وہاں تشریف لے گئے' ظہر کے بعد احباب کی کافی تعداد میں اکٹھے ہو گئے اور خوب محفل جمی مسائل پر گفت و شنید شروع ہوئی۔

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بارے میں بات چلی تو فرمانے لگے' دس بارہ روز قبل راولپنڈی میں ایک جنرل صاحب نے مجھ سے استفسار کیا کہ سلسلہ اویسیہ تو روحانی ہے وہ ظاہری بیعت تو نہیں لیتے آپ اس سلسلہ میں ہونے کے باوجود ظاہری بیعت بھی لیتے ہیں؟ میں نے انہیں بتایا سلسلہ اویسیہ روحانی ہے اس میں روح سے فیض لیا بھی جاتا ہے او روح کو فیضاب کیا بھی جاتا ہے' لیکن یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ پہلے روح سے تعلق اور رابطہ ہو۔ یہ رابطہ کوئی زندہ صاحب حال و کمال' کشف و کلام کا ماہر سلوک کے منازل میں کم از کم فنا فی اللہ اور بقا باللہ تک ہو وہی صرف پہلے لطائف و مراقبات کروا کے کسی کو برزخ تک پہنچا کر کسی بزرگ سے تعلق و رابطہ پیدا کروا سکتا ہے۔ ہمارے اور برزخ کے درمیان ہزار ہا حجابات حائل ہیں گویا اس ربط کے بغیر کسی فوت شدہ بزرگ سے فیض حاصل نہیں کیا جا سکتا'۔ میں چونکہ نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتا ہوں اویسی اس کی شاخ ہے۔ ظاہر بیعت اب اس لئے لیتا ہوں کہ تجربے میں آیا ہے کہ تعلق و نسبت سے کم از کم عقائد و اعمال درست ہو جاتے ہیں' روحانی فیض کی تو سب میں اہلیت نہیں' میں بھی پہلے ظاہری بیعت نہیں لیتا تھا بلکہ منازل سلوک طے کروا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صدیق اکبرؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ہاتھ پر روحانی طور پر بیعت کرواتا تھا۔ اب چونکہ عوام الناس میں اس کی اہلیت نہیں' ہاں کوئی ایسا قابل ہو تو اس کو اب بھی کرواتا ہوں' پہلے صوفیاء کی جماعتیں کم ہی کسی کو یہاں تک پہنچاتے تھے' یا تو خود تخلیہ میں رہتے' یا زیادہ سے زیادہ کسی کے قلب پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کرنے کو کہہ دیتے۔

عالم برزخ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ عالم برزخ اور ہمارے درمیان ہزار ہا حجابات ہیں موت کے فوراً" بعد عالم برزخ شروع ہو جاتا ہے' گو میت چارپائی پر رکھا ہوا ہے۔ لیکن

عالم برزخ میں ہے، قبر پر تھوڑی مٹی کے نیچے کا فاصلہ نہیں بلکہ برزخ کے ہزار ہا حجابات ہیں۔ برزخ ایسا پردہ ہے جو وہاں پہنچ جانے والوں کو واپس نہیں آنے دیتا کسی زندہ انسان کی رسائی وہاں تک آسان نہیں، برزخ کا رخ قیامت کی طرف اور پشت ہماری طرف ہے، برزخ میں پہنچا ہوا شخص خود تو ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے اعمال منقطع ہو چکے ہوتے ہیں۔ البتہ کوئی زندہ شخص اس کے درجات کی بلندی و ترقی کا موجب بن سکتا ہے۔ اعمال و صدقات ثواب ان کو بخشیں تو انہیں زندہ پہنچتا ہے کیونکہ دنیا کے ساتھ تو کیا قیامت کا بھی تعلق ہے۔ دنیا کا سارا حساب تو میدان حشر میں ہو گا، پل صراط کے بعد پھر دارالقرار ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! یہ وطن ہمارا نہیں ہم چند روز کے لیے بطور مسافر آئے ہیں۔ آخرت کے لیے زاد سفر تیار کرنے کا اب وقت ہے دنیا کا حصول ہی اصل مقصد نہیں ہے، موت کے وقت یہ دنیا کی زندگی خواب کی طرح محسوس ہو گی، روئے زمین پر بسنے والے سب سے طویل عمر حضرت نوح علیہ السلام تھے یہ ان کا معجزہ اپنی ذات کے بارے میں تھا، نہ دانت گرے، نہ نظر کمزور ہوئی، نہ بال سفید ہوئے نہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء میں کمزوری آئی کانوں کی شنوائی بالکل درست تھی۔ ۱۶۰۰ سال دنیا میں گزارنے کے بعد جب ان کی روح قبض ہوئی، فرشتے نے ان سے پوچھا "اے لمبی عمر پانے والے نبیؑ آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟" جواب میں فرمایا، دنیا کے دو دروازے ہی دیکھے ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا، حضرت نوح کی قبر منی میں ہے۔ طوفان نوح کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کے لیے یہاں آئے لیکن نصیب نہ ہوا۔

لطیف شاہ صاحب نے سوال کیا، مستشرقین حضرت نوح کی عمر تسلیم نہیں کرتے جواب میں فرمایا، مستشرقین سے پوچھا جائے کہ حضرت عیسی کی عمر کتنی تھی؟ یہ تو سب کچھ عقل کی کسوٹی پر ناپتے ہیں، حالانکہ عقل ان سب چیزوں سے عاجز ہے۔

مرید نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو خط لکھا۔ "صحابہؓ بڑے فلے تھے کبھی انہوں نے پوچھا نہیں کہ یہ کام کیوں کرنا ہے اور کیسے؟ دوسرا یہ کہ مسئلہ وہی ہو سکتا ہے کہ جس کو عقل بھی تسلیم کرے۔

حضرت نے جواب لکھا کہ سوال آپ کے درست ہیں میں بھی ہر ایک مسئلہ کو عقل سے سوچتا ہوں، جب عقل کی رسائی نہ ہو تو پھر اپنے آپ سے کہتا ہوں مسئلہ تو عقل کے مطابق ہے لیکن اب میری عقل اس قابل نہیں۔

پیغمبر آسمانی کتاب اور عقل و حکمت لے کر آتا ہے۔ صحابہؓ کامل ایمان تھے، تیرے اور میرے جیسے نہ تھے کہ وہ کیوں اور کیسے پیغمبر سے پوچھتے اور تب اتباع کرتے۔

آخرت کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "برزخ میں جس قدر لوگ عذاب میں ہیں زیادہ تر معاملات کو وجہ سے ہیں، مسلمانوں نے معاملات کو دین کا جزو ہی سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔ خرید و فروخت آپس کا لین دین سب معاملات میں۔ میری طرف ایک ساتھی نے لکھا والدین میں سے اس نے کسی کو عذاب قبر میں دیکھا پوچھا کونسا عامل کروں کہ عذاب سے نجات ہو جائے میں نے لکھا کہ ایک دفعہ لا الہ اللہ پڑھ کر ثواب بخشیں۔ اس نے پھر لکھا " عذاب میں تخفیف ہوئی ہے ختم نہیں ہوا۔ میں نے لکھا وہ معاملات میں ماخوذ ہے۔

معاملات اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے گا، اگر میں نے آپ کا مال کھایا ہے تو جب تک آپ معاف نہیں کریں گے تو اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ البتہ کسی نیک آدمی سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے تو اللہ خود اس کا بدلہ دے دے اور اس کو معاف کر دے میں ظاہری بیعت اسی لیے لیتا ہوں کہ سلسلہ سے منسلک ہو کر عقائد کی درستی ہو جاتی ہے، عبادات و معاملات کا لوگ خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔

سلوک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" اس کے دو رکن ہیں اور رکن سے چیز مرکب ہوتی ہے یہ کمرہ چار دیواروں اور چھت سے مرکب ہے اگر چھت اتار لیں تو یہ کھولا رہ جائے اور اگر دیواریں گرا دیں تو برآمدہ۔

سلوک کے دو رکن۔۔۔ پہلا شریعت آقائے نامدار

صلی اللہ علیہ وسلم' جو کام کیا جائے۔ حضورؐ سے پوچھ کر حضورؐ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے۔ حضورؐ کی مخالفت کر کے کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی" ہم کمزور ہیں غلطی تو ہو سکتی ہے لیکن کبھی ارادتاً" غلطی نہیں کریں گے' تمام کمالات کے دروازے اب بند ہو چکے ہیں' سوائے اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے' حضور کی اتباع سے کوئی مستثنیٰ نہیں' یہ جہلاء کا مقولہ ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز'

شریعت تین چیزوں سے مرکب ہے عقائد' اعمال اور خلوص' شریعت کو ایک درخت تصور کریں تو عقائد اس کی جڑیں اعمال اس کا تنا اور شاخیں ہیں اس پہ لگنے والے پھل کو خلوص کہتے ہیں اور اسی کے حصول کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ "شیخ سے عقیدت و انس قلبی ضروری ہے دل میں ذرا سی کدورت آئی تو فیض رکنے لگا اور شریعت میں خلل سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

دلاور خان کے سسر صاحب کو بیعت کرتے ہوئے فرمایا:۔

نفی اثبات کثرت سے پڑھیں درود شریف و درود ابراہیمی۔

قرآن مجید کی تلاوت جس قدر ممکن ہو صبح کیا کریں' استغفار' درود شریف کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔"کسی ولی اللہ پر قرض زیادہ ہو گیا' قرض خواہ نے مقدمہ کر دیا لیکن اس کے پاس تو ادائیگی کو کچھ نہ تھا۔ رات مراقبہ میں فنا فی الرسول کر کے حضور سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا' آقا نے فرمایا عراق کے فلاں وزیر کو کہو وہ قرض چکانے کو رقم دے گا۔ کہنے لگا حضورؐ یہ کیسے ممکن ہے جب تک کوئی نشانی نہ ہو۔ اعتبار کیسے کرے گا تو فرمایا اس کو میرا سلام کہنا اور بتانا کہ روزانہ جو تمہارا درود کا تحفہ مجھے پہنچتا ہے فلاں روز نہیں پہنچا "یہی نشانی ہے"۔

وہ شخص گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام کہا اور قرض کا واقعہ بیان کیا' وزیر رونے لگا اور اس نے بتایا کہ صبح میں ایک ہزار مرتبہ درود پڑھتا ہوں اس روز کچھ حکومتی کاموں کی وجہ سے چھوٹ گیا اور فرصت نہ ملی' گھر سے رقم لا کر قرض اور خرچ کے لیے دی اور کہا آئندہ جب بھی کوئی ضرورت درپیش ہو مجھے مطلع کرنا۔ اگلی تاریخ پیشی پر جب اس مرد خدا نے ادائیگی کے لیے رقم نکال کر رکھی تو قاضی نے کہا کہ چند روز قبل تو تم افلاس کا ذکر کرتے تھے آج بھلا یہ رقم کہاں سے آئی۔ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا' قاضی نے رقم لوٹا دی اور کہا یہ قرض میں ادا کرتا ہوں' لیکن مدعی نے کہا میں تو اب معاف ہی کرتا ہوں۔

درود شریف کی کثرت سے حوادث و مصائب کم ہو جاتے ہیں' رزق' اولاد میں برکت ہوتی ہے الا ماشاء اللہ اور میدان حشر میں قرب رسول خدا ہوتا ہے۔

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش ہونے کی کیفیت کا ذکر فرمایا اس کی تین حالتیں ہیں۔ ا۔ تازہ کھلا ہوا پھول (ب) دو تین روز کا ٹوٹا ہوا پھول (ج) مسخ شدہ کلیوں کی صورت میں۔

یہ فرق محض پڑھنے والے کی طرف سے محبت و خلوص کا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے بارے میں فرمایا حضرت امام احمد بن حنبل صدیق ہوئے ہیں۔ خلق قرآن کے مسئلے پر بہت تکالیف برداشت کیں' انہیں خواب میں اللہ کا دیدار نصیب ہوتا تھا' ایک مرتبہ رب کریم سے پوچھا قبر کے عذاب سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ ہے۔ جواب ملا قرآت القران فہم او من غیر فہم' اخروی نجات کے لیے یہ موثر ذریعہ ہے۔

سورہ ملک مغرب سے سونے کے درمیان ایک دفعہ پڑھ لیا کریں' رات سوتے وقت دس مرتبہ لا الہ الا اللہ' دس دفعہ سبحان اللہ' دس دفعہ الحمدللہ' سورہ اخلاص ۳ دفعہ پڑھ لیا کریں' سورہ کافرون چار مرتبہ پڑھنے سے اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھ لینے سے پورے قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے' نماز کی پابندی تہجد اوابین یعنی رات دن میں فرائض و سنن ملا کر پچاس رکعت پوری کر لینی چاہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی' فتح الباری میں لکھتے ہیں فرائض پورے نہ ہوں تو نفلیات فضول ہیں' سو رکعت سنت و نوافل

ایک فرض کے برابر ہیں اور ایک رکعت کے بدلے ستر ہزار سال جہنم کی سزا مقرر ہے' اللہ تعالیٰ معاف کر دے تو وہ قادر و رحیم ہے۔ نوافل اس کمی کو پورا کرتے ہیں۔

عذاب قبر کا فرمایا اس کا ملاحظہ یوں ہوا کہ عذاب پہلے سر کی طرف سے آتا ہے اور یہ حساب و کتاب کے فوراً" بعد شروع ہو جاتا ہے' سر کی طرف سے قرآن مجید' دائیں طرف سے نماز بائیں اور پاؤں کی طرف سے حج یا صدقات عذاب کو روکتے ہیں۔

استغفار کی مثال جھاڑو کی سی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے پوچھا' درود پڑھوں یا استغفار؟ فرمایا درود عطر ہے اور استغفار جھاڑو' صفائی نہ ہو تو عطر بے کار ہے لہٰذا دونوں عمل ضروری ہیں۔

اسٹنٹ کمشنر یار محمد صاحب نے سوال کیا کسی شخص نے آپ کو والد کے عذاب کے بارے میں لکھا پھر آپ نے جواب دیا تخفیف ہوئی وغیرہ۔ یہ کس علم کے ذریعہ؟

جواب میں فرمایا "یہ نور نبوت سے پتہ چلتا ہے' سلوک میں عام طور پر یہ علم حاصل ہو جاتا ہے' لیکن نہ یہ مقصد ہے اور نہ قرب کی دلیل و ذریعہ' لطائف منور ہو جاتے ہیں۔ تو یہ محسوس ہونے لگتا ہے فانا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

حضرت نوح کی قوم کو فرمایا انہم کانوا قوما" عمین۔

کافروں کو صم بکم فرمایا حالانکہ وہ حواس رکھتے تھے لیکن دل کے اندھے تھے۔ حدیث میں کتنے واقعات موجود ہیں۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں' حضور نے معراج میں فرشتے دیکھے۔ حالانکہ ان کا لباس و کلام لطیف ہے' کان ان کی بات نہیں سن سکتے' لیکن وہ ہمارا کلام سنتے ہیں راستے میں حضور کی انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ بخاری و مسلم میں بیت المقدس میں اذان و جماعت ہوئی' قیامت کا مسئلہ پیش ہوا۔ حضرت آدم سے ملاقات ہوئی' آپؐ نے سلام کیا۔ جواب میں حضرت آدم نے فرمایا۔ میرے بیٹے خوش آمدید حضرت ابراہیم کا امت محمدیہؐ کے لیے سلام کہنا اور کہنا جنت چٹیل میدان ہے۔

لہٰذا یہ بھی تو علم نبوت میں سے ہے۔ کوئی تو ایسا بھی ہو جو اس کا حامل و ماہر ہو' اس فن کے لوگ دراصل نابود ہو چکے ہیں۔ اس لیے آج اس کا انکار ہے جیسے پرانا کفر اسلام اور پرانا اسلام کفر بن جاتا ہے' اسی طرح آج ہم پر تنقید ہوتی ہے۔

فرمایا۔ حضورؐ سے علوم نبوت اور نور نبوت دونوں چیزیں چلی آ رہی ہیں' علوم نبوت حدیث و قرآن تو سکھ یہودی' قادیانی بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن نور نبوت صرف مومن کو ملتی ہے۔ حتیٰ کہ گنہگار و بدکار مومن بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ چیزوں کی حقیقت تو صرف نور نبوت سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا حصول ضروری ہے۔ فرمایا۔ برزخ سامنے دکھائی دیتا ہے۔ راستہ لمبا اور معاملہ دشوار ہے۔ اقارب و رشتہ دار تو مردے کو نہیں اپنے فائدے کو روتے ہیں۔ تن تنہا حساب و کتاب ہونے والا ہے۔ آبا و اجداد کی قبور تک کا ہمیں اب علم نہیں یہی حساب ہمارا ہو گا۔ خصوصاً" آخر عمر میں اللہ کی طرف متوجہ رہیں۔ جوان سب کام کریں۔ ڈیوٹی ٹھیک کریں سب چیزیں ٹھیک کریں بیوی بچے غرضیکہ ہر کام کریں لیکن خدا کو نہ بھولیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا ہر وہ چیز ہے جو خدا سے غافل کرے۔ بیوی بچے دنیا کے مال و دولت خدا سے غافل کریں تو دنیا ورنہ نہیں۔

ایک خط

حضرت العلام مولانا اللہ یار صاحب مد ظلہ' کے نام۔

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کے نام نامی سے واقفیت تو تھی ایک دو رسالے بھی نظر سے گزرے تھے۔ جن میں آپ کے سلسلہ تصوف کی طرف لوگوں کو صلائے عام اور ترغیب تھی۔ لیکن دلائل السلوک نہیں دیکھی تھی۔ اب

اس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ جس نے بہت گہرا تاثر چھوڑا ہے۔ واقعی ایک معرکتہ آراء کتاب ہے۔ جس سے آپ کے تبحر علمی، قوت استدلال، شریعت و طریقت پر عبور و عمل کا پتہ چلتا ہے۔ تصوف کو جزو دین ثابت کرنے میں تو آپ نے قاطع براہین اور دلائل بہم پہنچائے ہیں۔ حدیث احسان اور دیگر احادیث و نصوص کو وہ معانی پہنائے کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ان کے یہی معانی تھے۔ مگر ہماری نظروں سے اوجھل تھے۔ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر دے۔ انشاء اللہ کبھی حاضر خدمت بھی ہو جاؤں گا۔ فی الحال چند سوالات استفادۃ پیش خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

ا۔　میں عملاً" تو صفر ہوں۔ مگر کتب ہائے تصوف متعلقہ سلاسل متفرقہ بشمول یوگ، رہبانیت و علوم باطنی یہود و نصاریٰ وغیرہ کا مطالعہ شدت سے کرتا رہتا ہوں۔ ہر ایک کا کشف و مشاہدہ ایک دوسرے سے مختلف ہی ہے۔ وجود یہ شہودیہ حضرات کے مباحث کو تو چھوڑیئے وہ تو فلسفہ میں بھی موجود ہیں۔ سلسلوں میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ آپ نقشبندی حضرات لطائف پر زور دیتے ہیں باقی سلاسل والے کہتے ہیں کہ لطائف کے بجائے لطیف کی طلب و تلاش کریں۔ اس طرح ہم قارئین کے ذہنوں میں سوائے الجھن کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ میرے یہ سوالات آپ کی کتاب کی چند عبارات کے متعلق ہیں۔ صرف وضاحت ہو جائے تو مہربانی ہو گی۔ جس طرح آپ نے افغانستان والے عالم کے سوالوں کے سلسلے میں فرمائی

ا۔　آپ نے ایک صاحب مزار کے متعلق لکھا ہے کہ لوگ تو مزار پر چادریں چڑھاتے ہیں اور وہ بشکل سگ گرفتار عذاب ہے۔ اگر آپ نشاندہی فرما دیں تو ہمارے لئے مفید ہو گا۔ ایسے عذاب قبر بعض اور حضرات نے بھی لکھے ہیں۔ لیکن مجھے تردد اس بات میں ہے کہ اس قسم کا عذاب قبر خلاف فطرت اور خلاف تحقیق ہے۔ قبریں نئی اور پرانی کئی دیکھی گئی ہیں۔ وہاں تو کافر و مسلمان کے لیے ایک ہی قانون فطرت نظر آتا ہے گلی سڑی لاشیں یا استخوان خستہ و شکستہ قبروں میں تو کوئی کتا، بلا نہیں بنتا۔ قبر سے مراد عالم برزخ ہو تو برزخ میں یہ معاملہ نہیں دیکھا جاتا۔

(I)۔ قرآن پاک میں بعض آیات کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ اخروی جنت اور دوزخ کے علاوہ برزخی جنت اور دوزخ ثابت ہے۔ بہرحال اگر یہ مانا جائے کہ کافر و گناہگار لوگ برزخی دوزخ میں ہوں گے تو دوزخ کے عذاب کے سلسلہ میں تو آگ کا عذاب ہے۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ آگ میں ہوں اور عذاب کی وہ شکل ہو جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔

(II) آج کل تمام یورپ میں روحوں کو بلا کر ان سے باتیں کر لی جاتی ہیں بلکہ آج کل تو یہاں تک ہو گیا ہے کہ مقتول کی روح کو بلا کر قاتل کا سراغ لگا لیا جاتا ہے۔ روح سے ملاقات کرائی جاتی ہے ان کے فوٹو لئے جاتے ہیں۔ یہ ارواح گو مشرکین کے ہیں۔ مگر وہ کسی قسم کے عذاب میں نہیں بلکہ روحانی یا برزخی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں جس طرح اس دنیا میں تھے۔ تاہم یہ درست ہے کہ وہاں ان کے مراتب میں فرق ہے۔ ان مشاہدات سائنسی سے انکار کرنا ایسے ہی ہے جیسے آدمی کے چاند پر جانے سے انکار کیا جائے یہی وجہ ہے کہ خواجہ نور محمد چوہی کلر چوی صاحب "عرفان" نے اس مسئلہ پر یہ تحقیق پیش کی ہے کہ وہ ارواح نہیں ہوتیں بلکہ ہمراز شیاطین ہوتی ہیں۔ یہ نظریہ کوئی ٹھوس نہیں ہے۔ حالانکہ مصنف نے اپنے بڑے بڑے کشف تحریر فرمائے ہیں۔ غالباً" آپ ان کو جانتے ہوں گے۔ ایک بڑے طبقے کے پیر ہیں۔ اور آپ ہی کی طرح اویسی ہیں۔ عرفان، ان کی مشہور کتاب ہے۔

(III) عالم خواب میں انسان عالم برزخ تک پہنچ جاتا ہے۔ مگر وہاں نیکو کار اور گنہگار ملتے ہیں وہاں کسی کو عذاب ہی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ بعض آدمی بیداری میں عالم برزخ میں گھومتے ہیں انسانوں اور فرشتوں سے ملتے ہیں اس مشق کو (PROJECTION IN THE AUSTRAL WORLD) کہتے ہیں اس مشق پر کئی سلسلے غیر مسلموں کے اور مسلموں کے بھی مبنی ہیں۔ انسان کے اندر جو (AUSTRAL BODY) یا نسمہ ہوتا ہے وہ انسان کے جسم سے نکل جاتا ہے اور مشاہدات کرتا ہے۔ حضرت ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "الطاف القدس" میں نسمہ اور نفس اور روح علوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

تحقیق غیر مسلموں کی تحقیق کے مطابق ہے۔

سوال نمبر ۲:۔ آپ نے چند اغواث کا ذکر فرمایا ہے۔ ماسوائے حضرت بہاؤ الدین زکریا کے باقی سب غیر معروف ہیں۔ حضرت احمد علی لاہوری نے تحریر میں لکھ دیا ہے کہ اصلی علی ہجویری قلعہ کے اندر ہیں۔

کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ غیر معروف حضرات تو غوث ہوں اور عظیم اولیاء حضرت مخدوم علی ہجویری۔ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ تو محض قطب کے درجہ تک ہیں۔ مگر یہ غیر معروف حضرات اغواث ہیں۔ اگر اصلی علی ہجویری قلعہ کے اندر ہیں تو خواجہ اجمیر سے لے کر اب تک لاکھوں اولیاء اللہ نے داتا گنج بخش کے مزار پر کیوں چلہ کشی کی کیا ان پر یہ راز نہیں کھلا کہ قلعہ کے اندر ہیں اس میں آپ اور حضرت لاہوری منفرد (VIEW) کے حامل ہیں۔

سوال نمبر۳:۔ اگرچہ آپ نے درست طور پر صاحب جواہر القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم پر تنقید کی ہے مگر مولوی حسین علی صاحب ان کے استاد آپ بھی قائل ہیں۔ ملتان کی تحصیل شجاع آباد موضع بھل میں ایک بزرگ دیوبندی تھا۔ غالباً" عبداللہ نام تھا اب فوت ہو چکے ہیں ان کے علم اور عمل کے بہت سے لوگ قائل تھے۔ وہ بھی مولوی حسین علی صاحب کے قائل تھے۔ مگر ایک بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب جو کہ عرب و عجم میں مشہور ہوئے ہیں۔ دیوبندی' بریلوی تعصب سے بالاتر تھے۔ کیونکہ حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے خلافت یافتہ بھی تھے۔ ان کا مناظرہ مولوی حسین علی صاحب سے ہوا اور انہوں نے ان کو مردود قرار دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں کے کشوف میں اتنا تضاد کیوں ہوتا ہے۔

یہ تمام سوالات استفادۃ" لکھے گئے ہیں امید ہے کہ آپ کچھ روشنی ڈالیں گے تاکہ میری اپنی تحقیق بھی اس سلسلہ میں کچھ آگے بڑھ سکے۔

نیاز مند

جواب خط

عزیزم　　　عاقبت بخیرباد!

السلام و رحمتہ و برکاتہ'

آپ کا طویل اور فکر انگیز مکتوب ملا۔ آپ نے اس کی ابتداء میں میری کتاب دلائل السلوک اور میری ذات کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ وہ بس آپ کے تاثرات ہیں۔ الحمد اللہ آپ نے حقائق کو بھانپ بھی لیا اور اس کا اعتراف بھی فرمایا۔ پہلے پیراگراف کے بعد آپ نے جو روش اختیار فرمائی ان مذکورہ تاثرات سے بالکل مختلف ہے ان دونوں اجزاء کو ملانے سے نقشہ کچھ یوں بنتا ہے جیسے کوئی ماہر نقاش اپنی فنی مہارت کا اظہار کرتے ہوئے طرح طرح کے نقش و نگار بنائے مگر جب مکمل کر چکے تو ایک بڑا سا برش لے کر تمام بیل بوٹوں پر سیاہی پھیر دے۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ انسان کی کیفیات بدلتی رہتی ہیں اور اتفاق سے اگر مزاج شاعرانہ ہو تو بات وہ بن جاتی ہے کہ "پٹھان پوت پل میں ولی پل میں بھوت"۔

آپ نے دوسرے حصے کی ابتداء ان الفاظ سے کی کہ چند سوالات استفادۃ" پیش کر رہا ہوں" جذبہ نیک ہے موقف طالب علمانہ ہی اچھا ہوتا ہے گو آگے جا کر آپ کا انداز کہیں مجتہدانہ ہے کہیں مفتیانہ ہے۔ یہ صورت بھی اسی انسانی نفسیات کے کمزور پہلو ہیں آپ کے سوالات کے جواب حاضر ہیں۔

ا۔ آپ نے فرمایا سلسلوں میں بڑا اختلاف ہے؟

الجواب: آپ جیسے محقق اور کثیر المطالعہ شخص کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہونا اور آپ کے قلم سے یہ اشتباہ زیب قرطاس بننا بہت بڑا المیہ ہے۔

آپ یہ فرمائیں کہ کیا مختلف سلسلوں کے ہاں مقصود مختلف ہیں؟ منزل جدا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً" نہیں تو کیا مقصود تک

پہنچنے کے لئے ذرائع سفر کا اختلاف کیا بڑا اختلاف ہے جو اختلاف بھی کہلا سکتا ہے؟ چند آدمیوں کو راولپنڈی سے کراچی جانا ہے کوئی ریل سے جاتا ہے کوئی کار سے کوئی ہوائی جہاز سے تو آپ کیا پریشان ہو جائیں گے کہ ان لوگوں میں بڑا اختلاف ہے؟۔

۲۔ آپ نے فرمایا۔ آپ نقشبندی حضرات لطائف پر زور دیتے ہیں۔ باقی سلاسل والے کہتے ہیں لطائف کی بجائے لطیف کی طلب و تلاش کریں۔"

الجواب:۔ اس قول میں دو دعوے ہیں اور دونوں بلا دلیل کسی سلسلہ والے مجتہدنی التصوف بزرگ یا کسی عظیم شخصیت کا قول پیش کیجئے کہ لطائف کی جگہ لطیف کی تلاش کرو۔ یہ بات کہیں نہیں ملے گی۔ یہ کہنا اس صورت میں ممکن تھا مگر جب مقصود سب کا لطیف ہی ہے اور ذریعہ سب کا لطائف ہی ہے تو کوئی صحیح الدماغ آدمی یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کسی نے لطائف میں تفصیل کی راہ اختیار کی کسی نے اجمالی بیان پر اکتفا کیا۔ سب کو طلب لطیف کی ہے ذریعہ سب کا لطائف ہی ہیں اور لطائف کے بغیر سلوک کا حصول محال ہے۔

آپ نے اس مکتوب میں حضرت شاہ ولی اللہ کی الطاف القدس کا حوالہ دیا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وہی کتاب پڑھائی جائے۔

(ا) شاہ صاحب نے اس کتاب کی وجہ تالیف بیان فرمائی ہے:۔ ایں ورقے چند است معروف با لطائف القدس نی معرفۃ لطائف للنفس و بیان حقیقت قلب، عقل، نفس، روح سر، خفی، اخفی، حجربست، دانا، و طریق تہذیب ہریکے از نہیا"

اب آپ سوچیں کہ اگر یہ لطائف غیر اللہ ہی ہیں تو شاہ صاحب جیسے محقق شخص نے ایک مستقبل کتاب کیوں تصنیف کر ڈالی؟ جس کا مقصد ہی لطائف کی حقیقت بیان کرنا اور ان کی تہذیب کے طریقے سکھانا ہے۔

(ب) پھر لطائف کی اہمیت بیان فرماتے ہیں۔ "علم لطائف ایسی عظیم میزان ہے کہ اللہ تعالے نے متاخرین صوفیہ کو عطا فرمائی ہے۔ جو لطائف کو جس قدر زیادہ جانتا ہے اسی قدر تہذیب نفس اسے آتی ہے اور جس قدر لطائف کے احکام کی قدرت زیادہ رکھتا ہے اسی قدر زیادہ ارشاد کی قدرت ہے"۔ (ص ۳)

کیا متاخرین صوفیہ سے مراد صرف نقشبندی حضرات ہیں۔ اگر نہیں اور واقعی نہیں بلکہ تمام سلسلوں والے صوفیہ ہی مراد ہیں تو شاہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ ارشاد و تربیت کی قدرت کا انحصار لطائف کی تہذیب اور ان کے احکام کی قدرت پر ہے تو کیا نقشبندیہ کے بغیر دوسرے سلسلوں والوں کو ارشاد و تربیت کی ضرورت نہیں۔

(ج) پھر فرماتے ہیں اگر علم لطائف نہ جانے تو اس کو کئی ضرر پہنچتے ہیں" پھر تفصیل سے چار ضرر بیان فرمائے ہیں ص(۵)

(د)۔ پھر فرماتے ہیں: فصل پنجم تہذیب میں پانچ لطیفوں کے بموجب روش سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی اور اسے طریقت و معرفت کہتے ہیں" (ص ۳۸)

کیا حضرت جنید بغدادی کا تعلق صرف نقشبندیہ سے ہے اور کیا طریقت و معرفت صرف نقشبندیہ ہی کو درکار ہے؟ اور جب لطائف کی تہذیب کا نام ہی طریقت و معرفت ہے تو "یہ لطیف" سے غیر کیوں ہیں۔

(ر) پھر فرماتے ہیں: حضرت جنید سید الطائفہ قدس سرہ' کے سلوک کی بناء پانچ لطیفوں کی تہذیب پر ہے۔"

"سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ' اول وہ شخص ہیں کہ تعمق سے نکل کر راہ متوسط اختیار کی اور ریاضت کو اس کی جا مقرر کیا۔ صوفیوں میں سے جو حضرت جنید کے بعد پیدا ہوا وہ اس کی راہ پر چلا ہے اور حضرت جنید کا احسان اس کی گردن پر ہے وہ جانے یا نہ جانے" (ص ۴۰)

غالباً" اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ سب سلسلوں کے ہاں تہذیب لطائف کا نام ہی طریقت و معرفت ہے اور "لطیف" تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے۔ فرق اگر ہے تو طرق میں یعنی کوئی ذکر نفی اثبات کرتا ہے کوئی ذکر اسم ذات کرتا ہے کوئی ابتداء میں جہر پھر خفی کوئی اول آخر خفی کوئی حبس نفس سے کوئی خیال اور تصور سے لہٰذا یہ طرق میں رنگا رنگی، مقصود میں اختلاف ہرگز نہیں۔

۳۔ ایک صاحب مزار کے متعلق آپ کا ارشاد کہ

(ا) اس کی نشان دہی فرمائیں۔
(ب) عذاب قبر خلاف فطرت اور خلاف تحقیق ہے
(ج) مسلمانوں اور کفار کی بوسیدہ قبریں دیکھی ہیں قبر میں کوئی کتا بلا نہیں بنتا۔
(د) برزخ میں یہ معاملہ نہیں دیکھا جاتا۔
الجواب: (ا) اگر مزار کی نشاندہی کر دی جائے تو آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟ آپ فائدے کی نشاندہی کر دیں تو قبر کی نشان دہی بھی کر دی جائے گی۔
(ب) خلافت فطرت ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تحقیق کس کی معتبر اور حرف آخر ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ عذاب قبر کے متعلق خلاف فطرت ہونے کا دعوی کرنا ہی خلاف فطرت ہے کیونکہ فطرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جزا از جنس اعمال ہو۔
رہا خلاف تحقیق ہونے کا سوال تو مسلمان علماء ربانی اور صوفیہ کرام جو اس فن کے ماہر ہوئے ہیں ان کی تحقیق اگر اس کے خلاف ہے تو نشاندہی ہی فرمائیں کفار کی تحقیق اور حواس عالم کے متعلق جو اس کی زد سے باہر ہے۔ تحقیق نہیں جعل سازی ہے اور اسے تحقیق وہی سمجھے گا جس کے جسم کی بالائی منزل ویران ہو چکی ہو۔
(ج) قبروں میں کتا بلا دیکھنا تو دور کی بات ہے آپ تو زندہ جسموں میں بھی کتا بلا نہیں دیکھ سکتے مگر آپ کے نہ دیکھ سکنے سے حقائق نہیں بدل جاتے آپ نے سنا ہو گا اگر نہیں تو کسی طبیب سے پوچھ لیں کہ اگر کسی شخص کو دیوانہ کتا کاٹ جائے تو اس کے جسم کے اندر چھوٹے چھوٹے کتے کے پلے بننے لگتے ہیں حتی کہ وہ کتے کی آواز نکالنے لگتا ہے۔ ایلوپیتھی میں اس کا کوئی علاج نہیں مگر طب یونانی میں اس کا علاج ہے کہ دوا دے کر الٹی کراتے ہیں اور پلے الٹی میں باہر نکل آتے ہیں۔ مریض بفضلہ خدا درست ہو جاتا ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ایک ڈاکٹر کو میں نے وہ نسخہ بتایا ہے غرض یہ ہے کہ اس جسم کے اندر کتے بن رہے ہوتے ہیں مگر وہ آپ کو نظر تو نہیں آتے۔ اسی طرح ڈاکٹر کہتے ہیں پانی کے ایک قطرے میں کروڑوں جراثیم ہوتے ہیں مگر آپ کو نظر تو نہیں آتے۔ مگر آپ انکار نہیں کرتے کیونکہ ڈاکٹروں پر اعتماد ہے تو معلوم ہوا کہ بات دلیل یا عدم دلیل کی نہیں بلکہ بات اعتماد اور عدم اعتماد کی ہے۔ کفار کی بات پر اعتماد ہے اس لیے ان کی ہر الٹی سیدھی بات مان لینا ہی روشن ضمیری ہے اور اللہ و رسول پر اعتماد نہیں اس لیے ان کی بات ماننے میں تردد ہوتا ہے سچ کہا کسی نے۔

جی نہ چاہے تو نبوت کا بھی ارشاد غلط
من کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا

ایک آدمی کے جسم کے اندر کہیں کینسر ہے بظاہر وہ ہٹا کٹا نظر آتا ہے آپ کہیں گے سب غلط ہمیں تو کینسر نظر نہیں آتا مگر اس سے پوچھئے اس پر کیا بیت رہی ہے جو درد دکھ کرب اسے لاحق ہے وہی جانتا ہے آپ کو تو نظر نہیں آتا۔ لہذا آپ انکار کر دیں تو معذور جب اس گوشت پوست کی دنیا میں یہ حالت ہے کہ۔

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط انداز کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کسی پر کیا گزرتی ہے

تو عالم برزخ کے متعلق ایسے بے سروپا فتوے دنیا کہاں کی عقلمندی ہے۔ عالم برزخ میں قبروں میں بوسیدہ ہڈیوں کو بھی عذاب تو ہو رہا ہوتا ہے۔ مگر اس عذاب کو دیکھنے کے لیے جو خورد بین درکار ہے اس کے بغیر وہ نظر نہیں آتا۔ اگر پھر بھی تردد ہو تو ننگی آنکھ سے پانی کے قطرے میں جراثیم دیکھ کر تردد رفع کر لیجئے۔
(د) برزخ میں یہ معاملہ نہیں دیکھا جاتا۔
برزخ کہاں ہے؟ آپ کہاں ہیں؟ آپ کے اور برزخ کے درمیان آمدورفت اور دیکھنے اور دکھانے کے وسائل آپ کے پاس کیا ہیں؟
جب آپ عالم آب و گل میں ہیں اور برزخ کے محل و قوع کا آپ کو علم تک نہیں تو "نہیں دیکھا جاتا" کیا مطلب ہوا؟ اگر کوئی دانشور کہے کہ اس بھلے چنگے آدمی کے پھیپھڑے میں کوئی کیوٹی نہیں دیکھی جاتی اس پانی کے قطرے میں جراثیم نہیں دیکھے جاتے اس کیم شحیم آدمی کے پتے میں کینسر نہیں

دیکھا جاتا تو اس کا کیا جواب ہو گا؟ یہی نا! کہ دیکھنے والے آلات حاصل کر کے کسی اہل فن سے دیکھنے کا سلیقہ سیکھو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ماہرین فن پر اعتماد کرنا ہی سیکھ لیا جائے یہاں ایک اصولی بات سمجھنے کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ موت کے بعد انسان دنیا میں ہوتا ہے یا برزخ میں؟ جواب ظاہر ہے کہ برزخ میں ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا عالم برزخ ہمیں نظر آتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نظر نہیں آتا۔ نتیجہ ظاہر ہے جب وہ عالم نظر نہیں آتا تو اس کے احکام کیونکر نظر آئیں۔

(ج) آپ فرماتے ہیں بالفرض عذاب برزخ مان بھی لیا جائے تو عذاب آگ کا ہو گا یہ مفروضہ تو بجا مگر کیا آپ نے آگ کا عذاب کہیں دیکھا ہے؟ اگر نہیں تو اس وثوق سے یہ کیونکر فرما دیا کہ عذاب آگ کا ہو گا۔ بات بالفرض کی نہیں بلکہ اس حقیقت کی ہے کہ اگر قرآن و حدیث کو مان لیا ہے تو عذاب برزخ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ایمانیات میں مفروضوں کا دخل نہیں ہوتا۔ عالم برزخ خود لطیف' اس کے باسی لطیف' اس کا عذاب لطیف اس کا انعام لطیف ان کے احکام لطیف اور لطیف مادی آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتیں' بلکہ اس مادی دنیا کی لطیف اشیاء بھی مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتیں مثلاً" اگر کوئی زہریلا جانور کسی کو ڈس لے یا کاٹ لے تو اس کا زہر جسم میں سرایت کرتا نظر نہیں آتا درد نظر نہیں آتا تو کیا ان نظر نہ آنے کی وجہ سے ان حقائق کا انکار کر دیا جائے پھر لطیف دنیا کی لطیف اشیاء کا ان مادی آنکھوں سے نظر نہ آنا انکار کا سبب کیسے بن گیا۔

قرآن کریم سے کم از کم یہ تین مقامات کھول کر غور سے مطالعہ کیجئے اور ان کی روشنی میں اپنا عقیدہ درست کیجئے ورنہ برزخ اور آخرت میں اہل یورپ کام نہیں آ سکیں گے۔

۱۔ سورہ انعام آیت نمبر ۹۳
۲۔ سورہ محمد آیات نمبر ۲۷۔ ۲۸
۳۔ سورہ السجدہ آیات نمبر ۲۰۔ ۲۱

ان آیات سے واضح ہو جائے گا کہ عذاب قبر یا برزخ قبض روح کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اس لئے اپنی آنکھوں پر یا اہل یورپ پر اعتماد کرنے کی جگہ اللہ کی بات پر اعتماد کرنا موزوں بھی ہے اور مفید بھی۔

انتباہ! عذاب قبر ضروریات دین سے ہے ستر سے زائد احادیث متواترہ سے ثابت ہے اس کا انکار اسلام سے خارج کرنے کے لیے کافی ہے۔

۴۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(ا) روحوں کو بلایا جاتا ہے۔

(ب) ان کے فوٹو لئے جاتے ہیں۔

(ج) گو وہ مشرک ہیں مگر کسی قسم کے عذاب میں نہیں ہیں۔

(د) وہاں ان کے مراتب میں فرق ہے۔

(ر) سائنسی مشاہدات کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔

الجواب: (ا) اگر آپ نے قرآن کریم پڑھا ہے تو یہ آیت غالباً آپ کے مطالعہ سے گزری ہو گی۔

النار یعرضون علیھا غدو اوعشیا و یوم تقوم الساعتہ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب

"یعنی قوم فرعون کو صبح شام آگ کا مزہ چکھایا جاتا ہے اور وہ قیامت کے روز شدید ترین عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

برزخ اور قیامت کے عذاب کا تقابل ملاحظہ ہو پھر قوم نوح کے متعلق ارشاد ہے۔

اغرقوا فادخلوا نارا۔

یعنی انہیں پانی میں غرق کیا گیا اور ساتھ ہی آگ میں داخل کر دیا گیا۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہیں اول یہ کہ غرق ہوتے ہی عذاب شروع ہو گیا اور وہ بھی آگ کا البتہ دانشوروں کو تعجب ہو گا کہ غرق ہوئے پانی میں اور داخل کئے گئے آگ میں : کیونکر ہو سکتا ہے کہ پانی میں آگ تو کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔ پانی تو آگ کو بجھا دیتا ہے۔ مگر اپنی آنکھوں کی جگہ اگر اللہ کی قدرت پر یقین اور اس کی بات پر اعتماد ہو تو بظاہر اس تضاد کے باوجود بات ماننے میں تردد نہیں ہو سکتا۔

دوسری یہ بات ہے کہ مشرک تو موت کے بعد فوراً برزخی عذاب میں گرفتار ہو گیا تو اہل یورپ اس قدر با اختیار کیونکر بن گئے کہ ان گرفتار بلا روحوں کو جب چاہیں بلا لیں۔

ذرا اہل یورپ سے کہئے کہ جو ملزم گورنمنٹ کی جوڈیشل حوالات میں بند ہے اسے اپنی مرضی سے ذرا بلا کے تو دیکھیں۔ آپ کہیں گے حکومت کے سامنے کسی کا کیا بس چل سکتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اللہ کی حکومت ہی ایسی کمزور حکومت ہے کہ اس کی جوڈیشل حوالات میں روحیں بند ہیں اہل یورپ انہیں بس ایک اشارے سے وہاں سے نکال کر اپنے سامنے حاضر کر لیتے ہیں۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ سفید فام اہل یورپ نے جو کہہ دیا مشرقی کالے لوگ انکار کی تاب کہاں سے لائیں۔ اہل یورپ کی اس بے تکی بات کا انکار کرنے کے لیے کسی بڑے علم کی ضرورت نہیں۔ صرف کامن سنس ہی کافی ہے۔ قانون یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کا بدن بالذات مکلف ہے اور روح بالتبع یا بالعرض اور وہ پوشیدہ ہے اس لئے دنیا میں بدن انسانی پر ہی تکلیف آتی ہے یا اسے سزا ملتی ہے حضرت داؤد کی امت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ **و جعلنا منهم القردة و الخنازير** یعنی ان کی جسمانی شکل بدل گئی۔ بندر اور سور بن گئے ان کے اندر روح انسانی موجود تھا۔ جو متاثر بالتبع تھا اس میں عقل تھی اس لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ جوڑتے تھے۔

برزخ میں مکلف بالذات روح ہوتی ہے وہاں عذاب یا سزا بالذات روح کو ملتی ہے بدن کو بالتبع ملتی ہے جب روح نظر نہیں آتی تو اس کی سزا کیسے نظر آئے گی روح کی شکل بندر یا خنزیر کی بن جائے تو نظر کیونکر آئے۔

(ب) "اہل یورپ روحوں کا فوٹو لیتے ہیں"

انسان بھی عجب مجموعہ اضداد ہے انکار پر اتر آئے تو حقائق کی نفی کرنے میں باک نہ سمجھے ماننے پر آجائے تو توہمات کو حقائق قرار دینے میں عار نہ محسوس کرے۔

حضرت! آپ نے اتنا تو سوچا ہوتا کہ فوٹو مادی چیز کا لیا جاتا ہے اور روح شے ہے کیا اہل یورپ ہوا کا فوٹو لیتے ہیں نہ تو ریح ہے۔ روح بھی نہیں کیا خوشبو کا فوٹو لیتے ہیں؟

صاحب! ایک طرف آپ کی تحقیق کا یہ عالم کہ اہل فن نے اجماعی عقیدہ تسلیم کرتے ہیں اس کے ماننے میں آپ کو تردد ہے دوسری طرف تقلید اور وہ بھی کورانہ کا یہ عالم کہ "آپ اسے حقیقت نفس الامری سمجھے بیٹھے ہیں کہ اہل یورپ روحوں کا فوٹو لیتے ہیں اہل یورپ کا یہ ڈھکوسلا ہے اور آپ ذہنی مرعوبیت کا شکار ہیں۔

ج۔ "گو وہ مشرک ہیں مگر کسی قسم کے عذاب میں نہیں۔"

مگر یہ تو بتائیے کہ اگر مشرک عذاب میں نہیں تو کیا عذاب الٰہی اہل ایمان کے لیے مقرر ہے؟ ابھی ابھی آپ کو قرآن کریم کی ایک آیت کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ اغرقوا فاد خلو نارا۔ ادخلو کا مطلب کیا ہے وہ شاداں و فرحاں مٹک مٹک کر آگ کو ENJOY کرنے کے لیے جا رہے ہیں یا یہ مطلب کہ انہیں گھسیٹ کر گرفتار کرکے آگ میں ڈالا دھکیلا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ملزم ہیں گرفتار ہیں مقید ہیں تو اول ان کا آنا ہی بعید از قیاس ہے پھر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انہیں کسی قسم کا عذاب نہیں ہو رہا۔ یہ بس نری خوش فہمی ہے۔

(د) "وہاں ان کے مراتب میں فرق ہے۔"

مراتب تو عزت میں ہوا کرتے ہیں۔ سزا میں مراتب کا کیا مطلب۔ چلئے آپ کی مراد شاید یہ ہو گی کہ عذاب میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے فرق ہے۔ مگر اس فرق کا اندازہ یا تو احساس کے ذریعہ ہو سکتا ہے یا کسی کے بتانے سے احساس تو صرف اسے ہو سکتا ہے جسے عذاب ہو رہا ہے لہٰذا آپ کو احساس سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ رہا بتانے کا معاملہ تو کسی اہل یورپ ہی نے بتایا ہوگا مگر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل یورپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا۔ ظاہر ہے کہ محض ڈھکوسلا ہے۔

(ر) "سائنسی مشاہدات کا انکار کیونکر ممکن ہے" بات درست ہے مگر یہاں بات مشاہدے کی نہیں بلکہ راوی پر اعتماد کی بات ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کسی چیز کا مشاہدہ ہوا مگر اس کا کیا ثبوت کہ وہ چیز روح ہے ظاہر ہے کہ یہ مشاہدہ بلکہ مشاہدہ کرنے والے کا بیان ہے۔

اس دعوے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ سائنس خود اپنے مشاہدات کا انکار کیے چلی جا رہی ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو انیسویں صدی اور بیسویں صدی کی سائنس کے بنیادی نظریات کا مقابلہ کرکے دیکھیں آپ کو سائنس کے مشاہدات کے انکار کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ انیسویں صدی

اور ابتدائی بیسویں صدی میں سائنس کا یہ مسلمہ عقیدہ تھا جو مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا کہ وہ مادہ نہ فنا ہوتا ہے نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے صرف شکل بدلتا ہے نیوٹن کی اس تحقیق پر اہل سائنس کو یہاں تک غرہ تھا کہ قیامت کے انکار کے لیے یہی تھیوری بنیاد اور ثبوت کا کام دیتی رہی مگر آئن شائن کے نظریہ اضافیت نے سائنس کے مشاہدات کا یہ سارا تانا بانا ہی تار تار کرکے رکھ دیا اور مشاہدات کی بناء پر دعوی کر دیا کہ "انرجی کین بی کنورٹڈان ٹو میٹر اور میٹرکین بی کنورٹڈ ان ٹو انرجی"۔ پھر ایک مشاہدے کی بناء پر ایک نیا اصول قائم کیا گیا جسے "سیکنڈ لا آف تھرموڈ ائنامکس"

کہتے ہیں اب سائنس نے اپنے مشاہدات کی بناء پر کہنا شروع کر دیا کہ سورج "کی انرجی روز بروز کم ہو رہی ہے۔ ایک دن آئے گا کہ یہ بالکل ختم ہو جائے گا اور یہ سارا نظام ختم ہو جائے گا"۔ اب بتایئے آپ نے نیوٹن کے عہد کی سائنس کے مشاہدات کا انکار کیوں کر دیا؟ صرف اس لئے کہ نئے مشاہدات سامنے آ گئے تو معلوم ہوا کہ محض مشاہدات کی بناء پر عقائد کی تعمیر نہایت بودا اور غیر عقلی موقف ہے۔ یہاں تو مشاہدے کی نہیں ایمان کی ضرورت ہے اور اصطلاح شروع میں "خبر رسولؐ کو رسولؐ کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے۔"

عذاب و ثواب قبر عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ عالم حواس خمسہ کی زد سے باہر ہے اور سائنس کا تمام کاروبار ان معلومات سے متعلق ہے جو حواس مہیا کرتے ہیں جب وہ عالم سائنس کے دائرہ عمل سے ہی باہر ہے تو اس عالم کے مسائل میں سائنس کو اتھارٹی تسلیم کرنا کہاں کی عقل مندی ہے سائنس اور دین کا اپنا اپنا وظیفہ ہے سائنس کا کام تلاش حقیقت ہے اور دین کا کام بیان حقیقت ہے۔ تلاش میں یہ ضروری نہیں کہ مطلوبہ چیز یقیناً مل جائے۔ اس لئے عذاب و ثواب قبر کے لئے "ایکسپرٹ اوپنین" درکار ہے اور وہ اللہ کا رسول ہے جو اس فن کا واحد ماہر ہے ہاں نور نبوت کی روشنی میں صوفیہ کرام پر اس کے راز کھل سکتے ہیں۔ اسی کو صوفیہ کشف الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ نور کسی ماہر فن کے پاس

زیر تربیت رہ کر حاصل ہوتا ہے جسے شیخ کامل کہتے ہیں جس طرح روح کا مادی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں اسی طرح روح کی کلام مادی کانوں سے سننا بھی ممکن نہیں۔ اہل یورپ کی جرات کی داد دینا پڑتی ہے جو مادی کانوں سے روح کی کلام سن لیتے ہیں۔

سائنس کے مشاہدات کا جب انکار نہیں کیا جاسکتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اہل یورپ کس کو حاضر کرتے ہیں؟ اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے ذہن میں یہ حقیقت مستحضر کر لیجئے کہ روح لطیف ہے نہ یہ دکھائی دیتی ہے نہ اس کا فوٹو لیا جا سکتا ہے پھر روح اپنی مرضی سے اور چیزوں کی شکل میں متشکل بھی نہیں ہو سکتی۔ پس یہ نتیجہ نکلا کہ اہل یورپ جس چیز کو حاضر کرتے ہیں وہ ایسی مخلوق ہے جو اپنی مرضی سے دوسری چیز کی صورت میں متشکل ہو سکتی ہے اور اس مخلوق کا نام ہے شیطان اور ہمزاد۔

زمانہ قبل اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے آپ کو کاہنوں کا وجود ملے گا۔ یہی مخلوق یعنی شیطان اور ہمزاد ان کاہنوں کے پاس آ کر ان سے باتیں کرتی اور انہیں خبریں پہنچاتی تھی۔ ہمزاد ہمیشہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے اس کی زندگی کے پورے حالات جانتا ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں "یہ نظریہ کوئی ٹھوس نہیں" مگر ٹھوس ہونے کا معیار کیا ہے؟ اسے پرکھنے کا پیمانہ کون سا ہے؟ اگر معیار یہی ہے اہل یورپ ٹھوس کہیں تو ٹھوس ورنہ بیکار ہوا تو یہ نری عقیدت مندی ہے ٹھوس ہونے کی دلیل نہیں ہمارے نزدیک ٹھوس وہ ہے جسے اللہ اور رسول ٹھوس قرار دیں۔ ارشاد باری ہے۔ **هل انبئكم على من تنزل الشياطين الخ سورة الشعراء آیت ۲۲۱ تا ۲۲۳**

یعنی کیا میں تمہیں بتلاؤں کس پر شیطان نازل ہوتے ہیں؟ اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر۔ لا ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں"

اس آیت سے واضح ہے کہ شیاطین کی کلام جو وہ انسانوں کے کانوں میں ڈالتے ہیں۔ اس میں الفاظ ہوتے ہیں اس لیے مادی کان اسے سن لیتے ہیں ورنہ روح کی کلام لفظی نہیں ہوتی۔ بلکہ نفسی ہوتی ہے۔ اس کلام کو سننے کا آلہ قلب

ہے یہ کان نہیں اور شیاطین دوسری چیزوں کی صورت میں متشکل ہو سکتے ہیں انہی شیاطین کے مختلف نام ہیں۔ مثلاً" جن، ارواح خبیثہ، اور ہمزاد۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیاطین کا کلام سننے کے لیے اناک اوراثیم ہونا ضروری ہے اور چونکہ اہل یورپ میں یہ کوالیفکیشن بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کے ہاں یہ کاروبار زوروں پر ہے۔

ہمزاد کے متعلق شارحین حدیث نے بزبان رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرمایا ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم احد الا وقد و کل بہ قرنیہ من الجن و قرنیہ من الملائکتہ

یعنی حضور اکرمؐ نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ اس کا ایک ساتھی ہے جنوں سے ایک ساتھی ہے ملائکہ سے، اور اشعۃ اللمعات ۱: ۸۷ پر ہے "آنکہ تحقیق گماشتہ شدہ است بروئے قرین و مصاحب ولے از جنیاں و دربعض روایات آمدہ است کہ زائیدہ نمی شود آدمی زاد رافرزندے مگر آنکہ زائیدہ می شود از جن مانند آں و ولے را ہمزار ولے میگوئند"۔

"یعنی حقیقی بات یہ ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک شیطان مقرر کر دیا جاتا ہے اور ایک فرشتہ، بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ انسان کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے ہمراہ ایک شیطان بھی اس کی مانند پیدا کیا جاتا ہے اور اس شیطان کو ہمزاد کہتے ہیں۔"

قرآن کریم میں انسان کے اس ساتھی کا مکالمہ جو قیامت میں ہو گا بیان ہوا ہے۔

قال تعالی قال قرینہ، قال ابن عباس و مجاھد و قتادہ و غیر ھم ہوالشیطان الذی و کل بہ

"قرآن میں لفظ قرین (ساتھی) جو آیا ہے اس کے متعلق ابن عباس قتادہ اور مجاہد اور دوسرے مفسرین نے فرمایا کہ یہ قرین وہی شیطان ہے جو انسان کے ساتھ مقرر ہوا۔"

شیطان کی انسان کے ساتھ رفاقت کی ایک اور وجہ کی قرآن کریم نے نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے **ومن یعش عن ذکر الرحمن نا بنس القرین (الزخرف ۳۱ تا ۳۸)**"اور جو کوئی آنکھیں چرائے رحمن کی یاد سے اس پر ہم ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور یہ رہتا ہے اس کا ساتھی اور وہ (شیطان) اسے راہ سے روکتے رہتے ہیں۔ حتی کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کاش تیرے اور میرے درمیان اتنی دوری ہوتی جتنی مشرق اور مغرب میں ہے۔ ہائے تو کتنا برا ساتھی ہے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ شیطان انسان کا ساتھی بھی بن جاتا ہے اس سے بات چیت بھی کرتا ہے، خبریں بھی دیتا ہے۔

ایک صورت اور بھی ہوتی ہے کہ شیطان کی بات سنائی دیتی ہے مگر وہ نظر آتا جیسے نسیم ریاض (۳:۲۷۳)

و کانت الشیاطین ھی التی تسمعھم الکلام من غیر ان یروھم

"یہ وہ شیطان تھے جو اپنے متبع کو کلام سناتے تھے مگر انہیں دکھائی نہیں دیتے تھے"

یہ صورت اس وقت پیش آتی تھی جب شیطان کسی مرئی صورت میں متشکل نہیں ہوتا تھا مگر اس کا کلام لفظی ہوتا تھا اس لئے متبوع کو سنائی دیتا تھا۔

شیطان کاہنوں کو خبر دیا کرتے تھے اس کا ثبوت تاریخ میں متعدد جگہ ملتا ہے مثلاً" نبی کریمؐ کی مدینہ میں آمد کی اطلاع ایک کاہنہ نے دی جس کا نام فاطمہ بنت نعمان بخاریہ، تھا اس کے شیطان نے اسے یہ اطلاع دی تھی۔ امام بیہقی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں **قال فکان اول خبر قدم المدینتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امراۃ من اھل المدینتہ کان لھا تابع من الجن فجاء بصورۃ طائر حتی و قع علی حائط دارھا فقالت لہ المراۃ انزل لخبرک و تخبر نا قال لا انہ بعث نبی بمکتہ منع بنا القرار و حرم علینا الزناء** "یعنی مدینہ میں حضور اکرمؐ کے متعلق سب سے پہلے جس نے خبر دی وہ ایک عورت تھی ایک جن اس کے تابع تھا وہ ایک پرندے کی صورت میں اس کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا عورت نے بلایا کہنے لگا نہیں آتا کیونکہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ اس نے ہم پر زنا حرام کر دیا ہے۔"

یہ واقعہ آکام المرجان، نسیم الریاض ۳:۲۷۳ ابن ندیم ۴۴۳، روض الانف اور سیرۃ ابن ہشام میں بھی مذکور ہے۔

جن کا پرندہ کی شکل میں آنا اور کاہنہ کا اسے پہچان لینا ظاہر کرتا ہے کہ جن یا ہمزاد جب کسی ایسی مرئی شکل میں متشکل ہو تو نظر آتا ہے۔

ایک اور مشہور واقعہ آکام المرجان فی احکام جان ص ۱۳۸ ابو موسی اشعری گورنر بصرہ کے متعلق بیان ہوا ہے۔

عن سالم بن عبدالله قال ابطاء خبر عمر علی ابی موسی فاتی امراة فی بطنها شیطان فجاء فسا لها عنه فقالت حتی یجئنی شیطانی فجاء فسالته عنه قال ترکته موتنسرا بکساء یهنا ابل الصدقه "گورنر بصرہ حضرت ابو موسی اشعری کے پاس امیر المومنین عمر فاروقؓ کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو گورنر ایک کاہنہ عورت کے پاس آئے جس کے پاس شیطان آتا تھا اس سے پوچھا کہ عمرؓ کہاں ہیں اور یہاں پہنچنے میں کیوں دیر ہو گئی عورت نے کہا میرا شیطان آجائے تو اس سے پوچھوں چنانچہ شیطان آیا اس نے پوچھا تو شیطان نے کہا میں نے عمرؓ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ گدڑی لپیٹ رکھی ہے اور صدقہ کے اونٹوں کا معائنہ کر رہے ہیں"

معلوم ہوا کہ کاہن اور بدکار قسم کے لوگوں کے ساتھ شیاطین کی راہ و رسم ہوتی ہے اور شکلیں بدل بدل کر ان آدمیوں کے پاس آتے ہیں بات چیت کرتے ہیں۔ خبریں دیتے ہیں۔ ہمزاد بھی یہی شیطان ہوتے ہیں آدمی کے مرجانے سے اس کا ہمزاد نہیں مرتا۔ اس کو آدمی کے سارے حالات معلوم ہوتے ہیں اس کا کلام لفظی ہوتا ہے وہ مختلف شکلیں بدل لیتا ہے اہل یورپ ہوں یا اہل مشرق اگر باتیں سنتے ہیں تو ان شیطانوں کی اور فوٹو لیتے ہیں تو ان بہروپئے شیطانوں کے۔ روح تو لطیف شے ہے۔

حضرت ابو موسی اشعری کے اس واقعہ کے ضمن میں آکام المرجان میں گورنر مصر کا جن سے ایک اور مطالعہ کا ذکر بھی ہے۔

قالو اذهب فاعتبر ناعن امیر المومنین نانذا رات علینا فقال ان ذلک الرجل ما نستطیع ان قد نو اعنه بین عینیه روح القدس و ماخلق الله شیطانا یسمع صوته الاخر بوجهه

"یعنی حضرت ابو موسی اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں یہ اطلاع لا دے کہ امیر المومنینؓ نے یہاں آنے میں کیوں تاخیر کی وہ کہنے لگا میں یہ نہیں بتا سکتا کیونکہ عمرؓ وہ شخص ہے کہ ہم اس کے قریب جانے کی طاقت نہیں رکھتے اس کی آنکھوں کے درمیان روح القدس ہے اور اللہ نے کوئی ایسا شیطان پیدا نہیں کیا جس نے اگر عمرؓ کی آواز سن لی ہو تو منہ کے بل نہ گرا ہو"

"دوسری روایت کہ فرشتہ اس کے آگے ہوتا ہے اور اس کی زبان پر جبرائیل امین بولتا ہے۔"

عینی شرح بخاری ۲۶:۱۸ پر اسود عنسی کا واقعہ درج ہے جو یمن کا کاہن تھا پھر نبوت کا دعوی کر دیا تھا۔

"اسود عنسی کا قصہ یوں ہے کہ اس کے پاس دو شیطان تھے ایک کا نام سحیق اور دوسرے کا شقیق تھا۔ یہ دونوں اسے لوگوں کے حالات بتاتے اور وہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا جب حضور اکرمؐ کا گورنر باذان صنعاء میں فوت ہوا تو ان شیطانوں نے اسود کو اطلاع دی اسود غنیمت لے کر صنعاء پہنچا قبضہ کر لیا اور باذان کی بیوی مرزبانہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔۔۔"

"اسود کے دروازے پر ایک ہزار پہرہ دار ہوتا تھا فیروز دیلمی رازویہ اور دوسرے صحابہ نقب لگا کر اس کے محل میں داخل ہوئے مرزبانہ نے اسود کو شراب پلا رکھی تھی وہ نشے میں دھت تھا۔ فیروز نے اس کا سر قلم کر دیا اور یہ لوگ مرزبانہ اور پسندیدہ سامان لے کر وہاں سے نکلے اور اسود کے قتل کی خبر مدینہ بھیجی۔"

اسی طرح عبدالقادر بغدادی نے اپنی کتاب "المعجز" اور امام رازی نے اپنے تفسیر کی آٹھویں جلد کاہنہ بغدادیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ ۳۰ برس تک بغداد میں خبریں دیتی رہی جو اکثر صحیح ہوتی تھیں آخر اس کاہنہ کو سنجر بن مالک شاہ خراسان نے اپنے ہاں منتقل کر لیا تھا۔

اسی طرح رشق اور سطیح دو مشہور کاہن تھے ان دونوں نے بھی نبی کریمؐ کی بعثت کی خبر دی تھی۔ سواد بن قارب مشہور کاہن تھا اس کو اپنے ہمزاد نے تین دن مسلسل خبر دی تھی کہ

نبی آخر الزمان مبعوث ہو چکا ہے۔

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ:۔

۱۔ ہمزاد یا شیطان اپنے قرین یعنی انسان کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

۲۔ یہ جس شکل میں چاہے متشکل ہو سکتا ہے۔

۳۔ بات چیت کرتا ہے جو آدمی سن سکتا ہے کیونکہ اس کا کلام لفظی ہوتا ہے۔

۴۔ نظر آ سکتا ہے اگر مرئی شکل میں متشکل ہو۔ ارواح پر نہ کسی کا بس چلتا ہے نہ وہ کسی کے مطیع ہوتے ہیں نہ روح کی کلام لفظی ہوتی ہے کہ مادی کان سن لیں نہ وہ جسم کثیف ہوتا ہے کہ اس کا فوٹو لیا جا سکے۔

علامہ بیونی مصری نے یہ مکمل بحث اپنی مشہور تصنیف "کتاب الروح" میں لکھی ہے۔

۶۔ آپ نے فرمایا " یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ غیر معروف حضرات غوث ہوں اور عظیم اولیاء قطب اور غوث مناصب اولیاء ہیں منازل اولیاء نہیں۔ اور اگر قطب مناصب کی تقسیم کا مدار صرف شہرت ہو تو واقعی ایسا نہیں ہو سکتا مگر آپ نے یہ معیار کہاں سے اخذ کیا ہے یا کس نے آپ کو بتایا ہے کہ غوث اسی کو بنایا جائے گا جو معروف ہو اور غیر معروف کو لازما" قطب بنایا جائے گا جب اللہ و رسول نے یہ معیار مقرر نہیں فرمایا اور اہل فن نے اس کی کہیں تخصیص نہیں کی تو آپ کیوں پریشان ہونے لگے؟

اس کی وجہ کہیں یہ تو نہیں ہے کہ آپ کو اللہ میاں سے شکایت ہو کہ ہمارے مشورہ کے بغیر ایسے فیصلے کیوں کر دیا کرتا ہے؟ دیکھئے! تدبیر کائنات تو کام مدبر کائنات کسی مخلوق کے مشورے کے بغیر کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ دنیا کے ظاہری نظام میں آپ نہیں دیکھتے کہ مناصب کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے اپنے اختیار میں ہے۔ اکبر جیسے ٹھیٹ ان پڑھ کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنا دیا اور پورے برعظیم کے علماء فلاسفر اور فن کار منہ دیکھتے رہ جائیں آپ نے ماضی قریب میں یہ نہیں دیکھا بڑے بڑے باکمال لوگ موجود ہیں مگر اللہ تعالیٰ ایک غیر معروف میٹرک پاس کو صوبے کا گورنر بنا دیتا ہے۔

آپ نے تاریخ اسلام میں یہ نہیں پڑھا کہ حضور اکرمؐ نے ایک غیر معروف نوجوان کو جسے لوگ غلام زادہ سمجھتے ہیں سپہ سالار بنا دیا ہے اور خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کو اس کی زیر کمان جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اب اگر آپ فرمائیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمرؓ فاروق جیسے لوگ موجود ہوں اور ایک غیر معروف نوجوان کو سب پر حاکم بنا دیا جائے تو اس کا جواب وہی ہے جو قرآن نے بتا دیا ہے اھم یقسمون رحمتہ ربک۔

پھر آپ نے جو فرمایا "عظیم اولیاء" تو فرمایئے کہ اولیاء کی عظمت کو ناپنے کا پیمانہ کون سا ہے؟ ولایت تو اس تعلق خاص کا نام ہے جو اللہ کے بندے کو اپنے رب کے ساتھ ہوا کرتا ہے اس تعلق کی بناء پر اللہ اپنے بندوں کو نوازنے کے لئے دو قسم کا انعام دیا کرتا ہے کسی کو مقامات اور منازل سلوک عطا کر دے، کسی کو کوئی منصب دے دیا اور دونوں چیزیں دیتا وہی ہے، بادشاہ یہ چیزیں تقسیم نہیں کیا کرتے اس لئے یہ کہنا ہی بے محل ہے بلکہ جرات رندانہ ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ "لاکھوں اولیاء نے داتا صاحب کے مزار پر چلہ کشی کیوں کی" یہاں آپ پر شاعرانہ مبالغہ کا رنگ غالب آگیا۔ اچھا یہ فرمایئے کہ۔

۱۔ ان "لاکھوں" اولیاء اللہ نے کیا داتا صاحب کو صرف غوث سمجھ کر چلہ کشی کی یا محض ولی اللہ سمجھ کر اخذ فیض کے لیے مراقب رہے؟

۲۔ اگر آپ کا دعویٰ یہی ہے کہ غوث سمجھ کر کرتے رہے تو اس کا ثبوت پیش کیجئے۔

۳۔ یہ لاکھوں کی تعداد آپ نے کہاں سے اخذ کی ذرا ان لاکھوں سے ایک سو اولیاء اللہ کے نام ہی بتا دیں۔

حضرت لاہوری نے بس اتنی بات فرمائی تھی کہ قلعہ میں جو دفن ہیں ان کا نام بھی علی ہجویری ہے اور داتا صاحب کا بھی علی ہجویری ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ غوث ہیں یہ قطب ہیں۔

حضرت لاہوری کو تو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی تھی جس کی مدد سے انہوں نے اس کا مشاہدہ کرکے بتا دیا۔ اب فرمائیں کہ آپ کے پاس وہ کون سا آلہ ہے جس کی مدد

سے آپ نے ان کی بات کو مردود قرار دیا اور اپنی بات منوانے پر مصر ہیں۔

ایک الیکٹریشن اگر وولٹا میٹر سے چیک کر کے بتا دیتا ہے کہ یہاں اتنی وولٹیج کی کرنٹ جا رہی ہے اگر ایک گنوار یا ایک وکیل کہنے لگے کہ بالکل غلط ہے یہاں یہ وولٹیج کیسے جا سکتی ہے تو آپ کیا کہیں گے یہی نا! کہ الیکٹریشن کی بات وزنی ہے کیونکہ وہ صاحب فن ہے یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے میٹر میں کوئی نقص ہو گنوار یا وکیل کی بات کا تو کوئی وزن نہیں یہ فن کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔

۷۔ آپ نے فرمایا " اگرچہ آپ نے درست طور پر صاحب جواہر القرآن پر تنقید کی مگر مولوی حسین علی صاحب ان کے استاد کے آپ بھی قائل ہیں۔"

مولوی حسین علی صاحب کا استاد ہونا کوئی ایسا جرم نہیں ہے کہ غلطی ان کا شاگرد کرے اور تنقید کا نشانہ استاد کو بنا لیا جائے۔ مولوی غلام اللہ خان پر تنقید کسی مخالفت کی بناء پر نہیں کی بلکہ ان کی اصلاح ان کے پیرو کاروں کی اصلاح اور انہیں آخرت کی رسوائی سے بچانے کی ایک کوشش ہے اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں۔

۸۔ آپ فرماتے ہیں "آپ لوگوں کے کشوف میں اتنا تضاد کیوں ہے؟"

گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے کہ کشف ظنی چیز ہے دلیل شرعی نہیں۔ کشف میں غلطی کی وجہ دراصل تعبیر میں غلطی ہوتی ہے۔ کشف والہام کوڈ لینگویج Code language ہوتی ہے اس کو ڈی کوڈ کرنے میں صاحب کشف کو غلطی لگ سکتی ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بے خیالی میں کوڈ لینگویج کو پلین لینگویج سمجھ لیا جاتا ہے اس وجہ سے تعبیر میں غلطی ہو جاتی ہے۔

آپ چونکہ کورٹ سے متعلق ہیں اس لیے یہاں آپ سے ایک سوال کرنے کو جی چاہتا ہے۔

یہ فرمایئے کہ ملک کا قانون ایک ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ سیشن کورٹ سے ایک ملزم کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے ہائی کورٹ اسے بری کر دیتا ہے آپ نے کبھی یہ شکایت کی یا کبھی زیر لب بھی کہا کہ ججوں کے فیصلوں میں بڑا ہی تضاد ہے۔ لہٰذا یہ تمام عدالتیں بند کر دینی چاہئیں۔ یہاں تو آپ بڑی معصومیت سے کہہ دیتے ہیں کہ ہر جج کی اپنی نگاہ ہے اپنی اپنی تعبیر ہے مگر کشف میں تضاد آپ کو کیوں کھلتا ہے۔ یہاں وزن کے باٹ کیوں بدل جاتے ہیں۔

اس دور کی بہت بڑی بیماری یہ ہے کہ معلومات کو علم کا نام دے دیا جاتا ہے حالانکہ علم کی شان یہ ہے کہ وہ حقیقت شناس بنا دے بہر حال اس وہمی علم کا حال یہ ہے کہ اس میں وسعت یعنی طول و عرض بے پناہ ہے مگر عمیق یعنی گہرائی نام کو بھی نہیں۔ چنانچہ اس "علم" و ذرا سا کریدیں تو نیچے سے جہالت نمودار ہو جاتی ہے ستم بالائے ستم یہ کہ اس جہالت کو "علم" کہنے بلکہ منوانے پر اصرار بھی ہوتا ہے۔

ایک بات جس کا ذکر آپ نے سب سے پہلے کیا ایک خاص وجہ سے اس کا ذکر سب سے آخر میں کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں عملاً" صفر ہوں' مگر کتب بائے تصوف متعلقہ سلاسل متفرقہ بشمول یوگ رہبانیت و علوم باطنی یہود و نصاری وغیرہ کا مطالعہ شوق سے کرتا رہتا ہوں۔"

آپ کی اصل بیماری یہ ہے کہ آپ ایک فن یعنی عملی چیز کو صرف فلسفہ سمجھ کر مطالعہ کر رہے ہیں اور ذہنی کشتی کے داؤ پیچ سیکھنے پر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ سارا زور تھیوری پر اور پریکٹیکل میں صفر ہونے کے باوجود اعتراض ان لوگوں پر ہے جنہوں نے پریکٹیکل میں عمریں کھپا دیں ہیں۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا نکل سکتا ہے کہ "جیک آف آل ٹریڈز ماسٹر آف نن"

اس روش کا ایک اور نتیجہ وہ ہے جس کی نشاندہی مولانا روم نے کی ہے۔

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود   طعمہ ہر گربہ درّاں شود

لہٰذا مشورہ یہ ہے کہ اس صفر کے وسیع دائرے سے نکل کر عملی دنیا میں قدم رکھنے کی کوشش کریں۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کہ ساحل سے کبھی اندازہ طوفاں نہیں ہوتا

(والسلام)

تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی نِدا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتّباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عین تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

(دلائل السُّلوک)

MONTHLY AL - MURSHED

Reg. No. 8607

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر
حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اِس مُقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۲۰ روپے

AWAISIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE CODE 54770

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255